اِسمیک
اَروپ کمار دتّا
CHILDREN'S BOOK TRUST
NEW DELHI

اِسمیک

مصنف : اَروپ کمار دتّا
مصوّر : بُسیر رائے
مترجمہ : شہناز فاطمہ

☆ چلڈرن بک ٹرسٹ ☆ قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو ☆ بچوں کا ادبی ٹرسٹ

مقابلہ

دن بہت گرم اور اُمس بھرا تھا۔ صبح سے ہی کالے گھنے بادل آسمان میں چھائے ہوئے تھے۔ تیسرے پہر تک بارش ہونے لگی۔ ایسی نہیں کہ شہر کی مٹی اور تیل میں ڈوبی سڑکوں کو صاف کر دیتی اور گرمی کم ہو جاتی...... بارش ہلکی ہلکی پھوار کی شکل میں ہو رہی تھی۔ فضا میں نمی تو بڑھ گئی تھی مگر گرمی اسی طرح بر قرار تھی۔

شام ہو گئی تھی مگر پھوار رکتی نظر نہیں آتی تھی۔ راج ہنس ہوٹل کا بیرا گولو اپنے پوچھے سے مکھیاں مارتا ہوا اس یکسانیت کو توڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

راج ہنس ہوٹل کوئی بڑا ہوٹل نہیں تھا بلکہ بھڑکیلے رنگوں سے رنگ کیا ہوا اُس کے نام کا بورڈ اس کے ہوٹل ہونے کا اعلان کرتا تھا۔ اصل میں تو یہ ایک ڈھابا تھا۔ ایک خستہ حال کھانا کھانے کا مقام جہاں چکنائی سے بھرپور، میز پر شوربے کے دھبے، کمزور کرسیاں...... مگر ہر چیز کا بل سب کے لیے ایک تھا۔ شہر کے سب سے زیادہ گنجان علاقے میں ایک گلی میں لائن سے دوکانیں تھیں جن میں یہ ہوٹل سب سے آخر میں تھا۔

ایک اندھیرے کونے میں روزانہ کام کرنے والے مزدور، رکشہ والے، پھیری والے اور شہر کے غریب طبقے کے لوگوں کے کھانا کھانے کا سب سے مناسب مقام، یہ ہوٹل تھا...... ایک

چپاتی پچاس پیسے کی مل جاتی تھی، جس کے ساتھ دال مفت۔ سبزی یا گوشت کچھ تھوڑے زیادہ پیسوں میں مل جاتا تھا...... دو یا تین روپے میں پیٹ بھر جاتا تھا۔

اس وقت ریستوراں خالی تھا۔ بارش کی وجہ سے ایک ایک کر کے گاہک کم ہوتے گئے۔ گلی سنسان ہو گئی اور پاس کے بہت سے دوکان داروں نے تو اپنی دوکانیں دستور کے مطابق بند بھی کر دی تھیں۔ پاس کے ہی گھنٹہ گھر میں گھڑی نے سات بجنے کا گھنٹا بجایا۔ گولو کی ڈیوٹی ختم ہونے میں ابھی دو گھنٹے باقی تھے۔ جب وہ گھر جا سکتا تھا۔

اس ہوٹل کے مالک ایک جسیم لالہ جی دروازے کے پاس چھوٹے سے ڈیسک کے پیچھے اپنی گدی پر بیٹھے تھے۔ گولو کی سمجھ میں یہ بات کبھی نہ آئی کہ ایک آدمی بیٹھ کر کیسے سو سکتا ہے ...... مگر...... لالہ جی سو رہے تھے اور ہلکے ہلکے خراٹے بھی لے رہے تھے۔

ریستوراں کے پیچھے کے حصّے میں باورچی بیٹھا بیڑی سے شغل کر رہا تھا۔ وہ ایک کم سخن چھوٹے سے قد کا آدمی تھا...... اور کچھ اونچا سنتا تھا۔ گولو جانتا تھا کہ اگر وہ اس سے بات کرنا چاہے گا تو وہ اُسے جھڑک دے گا اور بڑبڑائے گا۔

اس لیے وہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ لالہ جی کے جاگتے میں یا گاہک کی موجودگی میں وہ کبھی یہ بات نہیں کر سکتا تھا۔ کرسی پر بیٹھ کر وقت گزاری کے لیے وہ مکھیاں مارنے لگا۔

اس کا نام گلشن تھا مگر سب اُسے گولو کہتے تھے...... سوائے اُس کی ماں کے۔ اس کی ماں ہمیشہ گلشن ہی کہہ کر پکارتی تھی۔ گولو کو یہ اچھا لگتا تھا۔ اس چیز سے اُسے اپنی اہمیت کا احساس ہوتا تھا۔

اُسے یاد تھا کہ اس کا باپ بھی اُسے گلشن کہہ کر پکارتا تھا۔ ایک سال پہلے اُس کا باپ پھیپھڑوں کی کسی بیماری سے مر گیا تھا...... ڈاکٹر نے بتایا تھا...... اُس روز سے گولو کی زندگی میں تبدیلی آ گئی تھی۔

جب اُسے جلایا جا چکا تو گولو کی ماں اُسے ایک طرف لے گئی اور کہا کہ اب اس خاندان میں بس وہ ہی ایک مرد ہے۔ روزانہ اینٹیں ڈھو کر جو پیسے ملتے ہیں اُس سے پورے گھر کا خرچ نہیں چل سکتا۔ اب اُسے اسکول چھوڑ کر کوئی کام تلاش کرنا ہو گا۔

گولو حیران رہ گیا۔ وہ پڑھائی میں اچھا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ وہ خوش قسمت ہے کہ ان حالات میں بھی وہ اسکول میں پڑھتا تھا۔ اس جیسی مالی حالت والے لڑکے غریبی سے تنگ آکر چھوٹی سی عمر میں ہی کام پر لگ جاتے ہیں۔ اس کا دوست روی جوتوں پر پالش کرتا ہے...... نو سال کی عمر سے ہی کام کر رہا ہے۔

حالاں کہ گولو پڑھائی کا شوقین تھا اور اچھی تعلیم کی اہمیت کو سمجھتا تھا پھر بھی گولو نے پڑھائی چھوڑ دی اور کام کی تلاش میں لگ گیا۔ وہ تیرہ سال کا تھا کہ اسے کام مل ہی گیا...... یہ کام اُسے اُس کمپنی کے فورمین کی مدد سے ملا تھا جہاں اس کی ماں کام کرتی تھی...... راج ہنس ہوٹل میں بیرے کی حیثیت نے اُسے ساٹھ روپے ماہوار ملتے تھے جو کوئی بڑی رقم تو نہ تھی مگر اس کی ماں کے لیے بہت مددگار تھے...... گولو کو صبح دس بجے سے رات نو بجے تک اس ہوٹل میں کام کرنا ہوتا تھا۔ ہفتے میں سات دن۔ ایک بات اچھی تھی کہ کھانا اسے ہوٹل سے ہی ملتا تھا جس سے خاندان کے خرچے میں کمی ہوتی اور یہ ایک طرح سے بڑی مدد تھی۔

اس کا مزدوری کرنا خاندان کے لیے کتنا ضروری تھا اس کا اندازہ صرف چھ مہینے بعد ہی ہوگیا۔ جب اس کی بہن گیتا اُسی بیماری میں مبتلا ہوگئی تھی جس بیماری سے اُس کا باپ مرا تھا۔ گیتا ہمیشہ سے بیمار رہنے والی لڑکی تھی۔ ڈسپنسری کے ڈاکٹر نے تو اس کی زندگی کی اُمید ہی چھوڑ دی تھی۔ مگر گولو کی آمدنی سے ماں گیتا کے لیے دوائیں اور پرہیزی کھانے کا انتظام کر لیتی تھی۔ اگر گولو نوکر نہ ہوتا تو وہ کبھی نہ خرید سکتی۔ گیتا ٹھیک ہونے لگی۔ حالاں کہ پوری طرح ٹھیک نہیں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر نے بتادیا تھا کہ پوری طرح ٹھیک ہونے کے لیے اُسے لمبے عرصے تک اچھا کھانا اور دوائیں ملتی رہنی چاہئیں۔ گولو دل میں سمجھتا تھا کہ اُس کا اس کام پر لگے رہنا کتنا ضروری ہے۔

زندگی میں گولو کو جو دو سب سے زیادہ عزیز لوگ تھے اُن میں ایک گیتا بھی تھی...... دوسری اس کی ماں تھی۔ کوئی کام ملنا لگ بھگ ناممکن سا تھا اور حالات اجازت نہیں دیتے تھے کہ وہ بغیر کام کے رہ جاتے۔ خاص طور سے جب اُس کی بہن بیمار تھی۔

اس لیے اُس نے اپنے کام میں پوری جان لگادی۔ لالہ جی کو کوئی شکایت نہیں تھی۔ وہ خود موقع ہی نہیں دیتا تھا۔ گولو ذہین، بہت محنتی اور وفاشعار قسم کا لڑکا تھا۔ مالک، مہربان طبیعت کا آدمی

تھا۔ مزاجاً شریف تھا حالاں کہ اُس کا جسم بھاری تھا اور چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔ بظاہر وہ ایک خطرناک قسم کا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ دھیرے دھیرے گولو کے لیے لالہ جی کے دل میں مشفقانہ ہمدردی پنپنے لگی۔ وہ سوچتے کہ اگر اُن کے لڑکا ہوتا تو وہ چاہتے کہ لڑکا اسی طرح کا ہو۔ نرم مزاج، کہنا ماننے والا، باہمت پھرتیلا اور اپنے کام میں چاق وچوبند، مالک سمجھ گیا تھا کہ گولو کو کسی مجبوری کی وجہ سے یہ بیرے کا کام کرنا پڑ رہا ہے۔ یقیناً یہ لڑکا کسی اور اچھے کام کے لیے زیادہ موزوں تھا۔ وہ خود بھی بوڑھا ہو چلا تھا۔ اس کا کوئی رشتہ دار تھا نہیں، کوئی اور ایسا بھی نہیں تھا کہ زندگی بھر کی کمائی راج ہنس ہوٹل اُسے سونپ دیتا۔

اس لیے لالہ جی گولو کے بارے میں چپکے چپکے کچھ سوچ رہے تھے۔ وہ گولو کی ماں سے بات کرنا چاہتے تھے۔ دھیرے دھیرے وہ گولو کو اس ہوٹل کی ساری ذمہ داری سونپنا چاہتے تھے۔ اس لڑکے کو لالہ جی وہ مقام دینا چاہتے تھے جس کی وہ ہمیشہ آرزو کرتے رہے...... یعنی لڑکا...... وارث......!

مگر اس موٹے مالک کے خواب صرف خالی خواب ہی خواب رہ گئے۔ وہ آکتا دینے والی برسات کی رات گولو کی زندگی میں خوف ناک حادثات کا ایک سلسلہ بن کر آئی تھی اور اُن حالات کا پیش خیمہ تھی جو اُسے اپنے جال میں پھانس کر اُس کی زندگی کو یکسر بدلنے والے تھے۔

گولو کھڑا ہوا...... جماہی لی...... اسے کوئی کام نہ تھا۔ وقت کاٹنے کے لیے ٹہلتا ہوا دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ باہر پانی میں بھیگی سڑک کو تکنے لگا۔

سڑک کا زیادہ تر حصہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ابھی تک کھلی ہوتی دو کانوں میں سے روشنی دھبوں کی طرح سڑک پر پڑ رہی تھی۔ ہلکی ہلکی بارش سے سڑک پر کیچڑ ہو گئی تھی۔ بہت سے گڈھوں میں پانی جمع ہو گیا تھا۔ اگر بارش نہ رکی تو اسے گھر تک بھیگتے ہوئے جانا ہوگا۔ گولو کو فکر ہوئی۔ گلی بالکل خاموش تھی...... اُسے اس خاموشی پر تعجب ہو رہا تھا۔ عام حالات میں یہ ایک پر شور گلی تھی اور ہر وقت یہاں ہل چل رہتی تھی......

پھر اچانک اُس نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنی۔

نہیں یہ دوڑنے کی آواز نہیں تھی بلکہ کوئی بہت تیز تیز قدموں سے سڑک کے دوسری

طرف چل رہا تھا۔ جب وہ شخص پانی سے بھرے گڑھے میں پیر رکھتا تھا تو ایک چھپاکا ہوتا تھا۔ اب وہ گولو کو دکھائی دے رہا تھا۔ جب وہ ایک روشنی کے پاس سے گزرا تو گولو کو اس کی ایک جھلک دکھائی دی۔ اور گولو کو لگا کہ اس نے اسے کہیں دیکھا ہے۔ حالاں کہ پھوار نے اس کے خدوخال کو پوری طرح واضح نہ ہونے دیا تھا۔

بھاگتا ہوا وہ آدمی اچانک رُکا...... اپنے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ پھر مڑ کر تیزی سے سڑک پار کر سید ھاراج فش ہوٹل کے کھلے دروازے کی طرف آیا۔ گولو ایک دم پیچھے ہٹا کہ آنے والے نئے گاہک کو راستہ دے۔

"آیئے امداد جی"۔ لڑکے نے تعجب سے کہا۔

اس نے آدمی کو پہچان لیا تھا...... وہ شاید خوش آمدید کے الفاظ بھی ادا کرتا مگر امداد علی کے چہرے کے تاثرات نے اس کے منہ سے نکلنے والے الفاظ کو باہر نہ آنے دیا۔

وہ آدمی سر سے پیر تک بھیگا ہوا تھا...... اس کے بال کھوپڑی سے چپک گئے تھے اور پانی کے قطرے کانوں اور تھوڑی سے ٹپک رہے تھے۔ مگر گولو کی نظر تو آدمی کے چہرے پر جم کر رہ گئی تھی۔ امداد علی کے چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا...... اور آنکھوں سے خوف جھلک رہا تھا۔

لالہ جی نے اپنی آنکھیں کھولیں اور امداد کو پہچان گئے۔ کیوں کہ وہ راج فش ہوٹل کا گاہک تھا۔ مالک نے مسکرا کر بات کرنی چاہی مگر امداد نے اسے نظر انداز کر دیا۔

اس نے اپنے آپ کو دروازے پر ایک بار زور سے ہلایا۔ بالکل اس طرح جیسے کتا نہانے کے بعد اپنے آپ کو جھٹکتا ہے اور پھر تیزی سے میزوں کے بیچ سے گزرنے لگا۔ گولو کے ہاتھ کو سختی سے پکڑ کر اس نے پردے پڑے ہوئے کیبنوں (طالب علموں کے لیے چھوٹے کمرے) میں سے ایک میں کھینچ لیا۔ وہ بہت زیادہ ہانپ رہا تھا۔ جب وہ بولا تو آواز خوف سے بھرا گئی تھی۔ اپنی جیب سے پلاسٹک میں لپٹا ایک چھوٹا سا پیکٹ نکال کر اس نے گولو کو دیا۔

"اسے چھپا دو کہیں پر خدا کے لیے"۔ الفاظ چباتے ہوئے اس نے کہا۔

"جلدی کرو وقت کم ہے!...... کل اسے پولیس کے صدر دفتر لے جانا۔ وہاں تانگیا یا ملاّ ہویل کو

پوچھنا اور یہ پیکٹ اُن میں سے کسی کو بھی دے دینا۔ کہہ دینا امداد نے بھیجا ہے...... سمجھ گئے......؟"

گولو تو سکتے میں تھا کیا جواب دیتا۔ غصّے سے بڑبڑاتے ہوئے امداد نے وہ پیکٹ زبردستی گولو کی قمیض کے اندر ڈال دیا۔

"اب جاؤ لڑکے جاؤ یہاں سے"۔ یہ کہتے ہوئے اس نے گولو کو کیبن سے باہر دھکا دے دیا۔ لالہ جی نے گولو کو کیبن سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا۔ انھیں تعجب تو ہوا لیکن ان کے چہرے سے پتہ نہ چلا۔ لڑکے نے اپنے تمام حسّوں کو جمع کیا اور باورچی خانے میں دوڑ گیا۔ اس کے جاتے ہی چار آدمی ہوٹل میں داخل ہوئے۔

باورچی نے سوالیہ انداز میں گولو کی طرف دیکھا...... مگر اب تک گولو اپنے حواس پر قابو پاچکا تھا۔ ایک دم بولا۔ "گاہک نے چپاتی دال اور سبزی لانے کا حکم دیا ہے...... باورچی جیسے ہی کھانا بنانے کے لیے مڑا تو گولو نے چپکے سے وہ پیکٹ پرانے اخباروں کی ردی کے نیچے چھپادیا۔ پھر وہ آرام سے چلتا ہوا باورچی خانے سے باہر آگیا۔

وہ چاروں آدمی لالہ جی کو گھیرے کھڑے تھے اور ہلکی آواز میں پوچھ تاچھ کر رہے تھے۔ مالک کی آنکھوں سے نیند پوری طرح اُڑ چکی تھی۔ گولو نے دور سے تاڑ لیا کہ لالہ ڈرے ہوئے ہیں۔ گھبراتے ہوئے لالہ جی نے اُس کیبن کی طرف اشارہ کیا جس میں امداد علی نے پناہ لی تھی۔

وہ لوگ حقارت سے ہنسے......ان کی ہنسی میں کسی قسم کی دل لگی شامل نہیں تھی۔ ان لوگوں کو دیکھ کر گولو کے بدن میں ایک خوف کی لہر دوڑ گئی۔ وہ برے لوگ تھے جن کے چہرے سخت تھے اور آنکھیں تاثر سے ایک دم خالی تھیں۔ ان میں سے ایک نے چاقو نکالا۔ اس کی دھار بجلی کی روشنی میں چمک رہی تھی۔

وہ چاروں آدمی کسی مقصد سے اس کیبن کی طرف چلے۔ امداد علی ایک جال میں پھنسے جانور کی طرح ایک کونے میں دبکا بیٹھا تھا۔ ان چاروں کے لیڈر نے کیبن کے پردے کو ایک طرف ہٹایا اور اپنے شکار کو دیکھ کر خوشی سے بدبدایا۔

"ارے ذلیل مخبر"۔ اپنے شکار کو گھورتے ہوئے وہ غرایا۔ "دغاباز چوہے"

امداد کچھ نہیں بولا۔ دو لوگوں نے اسے پکڑ کر اٹھایا۔

"اسے ٹھیک کر دو"۔ سرغنہ نے کہا۔

"میرے پاس کچھ نہیں ہے کاکا"..... امداد اچانک سرغنہ سے مخاطب ہوا۔

"میں مخبر نہیں ہوں"۔

"اس کے پاس کچھ نہیں ہے"۔ ایک آدمی نے امداد کی اچھی طرح تلاشی لینے کے بعد کہا۔

"تم اور کیا اُمید کر رہے تھے شیرو..... ؟" امداد نے زور سے کہا "میں تمھیں بتا چکا ہوں کہ میں مخبر نہیں ہوں"۔ گولو کے دماغ کو اچانک ایک جھٹکا لگا

"کاکا..... شیرو.....! امداد جان بوجھ کر یہ نام لے رہا ہے..... تاکہ گولو پولیس کو یہ نام بتا سکے۔

"اس کیبن کی اچھی طرح تلاشی لو..... زمین پر دیکھو....." کاکا زور سے بھونکا۔

امداد کو زبردستی کیبن سے نکال لیا گیا۔ مگر کافی چھان بین کے بعد بھی انھیں وہاں پر کچھ نہیں ملا۔

"ہو سکتا ہے ہم غلط ہوں.....!" کاکا شوخی سے بغیر وجہ کے مسکرایا اور کڑکڑاتی ہوئی مرغی کی سی آواز نے گولو کی ریڑھ کی ہڈی میں ٹھنڈ کی ایک لہر سی دوڑا دی۔

سرغنہ شیرو کی طرف مڑا۔ "ٹھیک ہے ہم اسے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔

تھوڑی سی خاطر سے ہی یہ سب کچھ اُگل دے گا"۔

امداد کے لیے یہ الفاظ ہلاکت کے فتوے سے کم نہیں تھے۔ جس آدمی نے اسے پکڑ رکھا تھا اُسے امداد نے بڑے زور سے دھکا دیا..... اس کی پکڑ چھوٹ گئی اور امداد جان پر کھیل کر سرپٹ دروازے کی طرف بھاگا۔ مگر کاکا کا مسیدھا ہاتھ بجلی کی طرح چلا اور بے چارہ اُچھل کر زمین پر گرا۔

امداد کا سر ایک میز سے ٹکرا گیا تھا اور وہ زمین پر گر پڑا تھا۔ لالہ جی اب بھی اپنی جگہ خوف زدہ اور چپ چاپ بیٹھے تھے۔ باورچی نے عقل مندی دکھائی کہ وہ اندر باورچی خانے میں ہی رہا۔ گولو اس وحشی پن سے خوف زدہ ہو گیا تھا اور نفرت محسوس کر رہا تھا۔ مگر یہ بھی جانتا تھا کہ کوشش کرنا اور بیچ میں جانا بالکل ٹھیک نہیں۔

"لڑکے میرے لیے جگ میں پانی لا"۔ کاکا کی کرخت اور حاکمانہ آواز اُبھری جس نے بدحواسی کے عالم سے گولو کو نکال کر دہشت زدہ بنادیا۔ وہ حکم پر ایک دم کودا اور غنڈوں کے لیے جلدی سے ایک جگ پانی لے آیا۔

سرغنہ نے پورا جگ امداد کے منہ پر لوٹ دیا۔ بے چارہ انسان پانی کی چھینٹیں پڑنے سے ہوش میں آگیا۔ کاکا نے چٹکی بجائی اور اس کے دو ساتھی اپنے قیدی امداد کے ہاتھوں کو مضبوطی سے پکڑ کر کھینچتے ہوتے اور دھکا دیتے ہوئے ریستوراں سے باہر لے گئے۔

کاکا اور شیر وساکت بیٹھے لالہ جی کے پاس رکے......

"یہاں یہ سب کچھ نہیں ہوا ہے...... بوڑھے آدمی سمجھ گئے نا؟"

چپ چاپ لالہ جی نے گردن ہلا کر حامی بھری۔ پھر گولو پر ایک خاص انداز سے نظر ڈالتے ہوئے اور اکڑتے ہوئے ریستوراں سے چلے گئے۔

برائی کا ایک بھوت

کچھ وقت کے لیے ریستوراں میں سب کچھ ساکت ہو گیا۔ پھر لالہ جی بڑی مشکل سے اٹھ کر اپنے نقصان کا جائزہ لینے لگے۔

نقصان زیادہ نہیں ہوا تھا۔ میز کی ایک ٹانگ ٹوٹی تھی فرش پر پانی گرا پڑا تھا۔

"گولو اپنا پونچھا اٹھاؤ اور یہ پانی صاف کرو"۔ لالہ جی نے کہا۔ پھر انھوں نے باورچی کی طرف دیکھا جس نے جھجکتے ہوئے باورچی خانے کے دروازے سے جھانکا تھا...... "تو کیا منہ پھاڑے جھانک رہا ہے بے وقوف آدمی......؟ فوراً اپنے کام سے لگ...... سنا یا نہیں؟"

"میں نے گاہک کے لیے چپاتیاں بنائی تھیں۔ اب وہ تو چلا گیا...... ان کو کون کھائے گا؟" باورچی نے افسوس سے پوچھا۔

"ارے بے وقوف خود ہی کھا لے"...... لالہ جی گرجے۔ یہ انداز ان کا کبھی نہیں رہا تھا۔ گولو سمجھ گیا کہ اس واقعے نے ان کو اندر تک جھنجھوڑ دیا ہے۔

"غنڈے...... بدمعاش!...... لالہ جی بڑبڑائے۔ "گولو میری بات سُن...... ابھی جن لوگوں کو تم نے دیکھا تھا وہ برے گاہک تھے۔ ہمیں ان لوگوں سے بالکل نہیں الجھنا ہے۔ اس لیے اپنی زبان بند رکھنا...... سنا تم نے؟"

گولو نے گردن ہلا کر حامی بھری۔ ابھی تو خود سے بھی بات کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی اس کی۔

"خاموشی قیمتی ہی نہیں ہوتی بلکہ کبھی کبھی جان بھی بچاتی ہے۔" لالہ جی بڑبڑائے۔ پھر بطخ کی طرح چلتے ہوئے اپنی جگہ جا کر بیٹھ گئے۔

ٹھیک اسی وقت دو چار گاہک آ گئے۔ جو روزانہ آتے تھے وہی...... برے لوگ نہیں۔

گولو کو سکون ہوا کہ اب تو اُسے کچھ کرنا ہوگا۔ اور پھر اور لوگوں کے آنے سے جو لگ بھگ روزمرّہ کے گاہک تھے۔ تناؤ بھرا ماحول ٹھیک ہو گیا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر باورچی اور لالہ جی تو اس برے واقعے کو بھول ہی چکے تھے......

مگر گولو نہیں بھولا تھا...... وہ کیسے بھول سکتا تھا؟...... اپنے کام میں مصروف ہونے کے باوجود امداد علی کا زرد پڑا ہوا اور خوف زدہ چہرہ اس کا پیچھا کر رہا تھا...... اور...... وہ پلاسٹک میں لپٹا ہوا پیکٹ بھی جو اب پرانے اخباروں کی ردّی کے پیچھے پڑا تھا۔ اس لفافے کا اُسے کیا کرنا ہے......؟ وہ بس یہی سوچ رہا تھا۔

وہ اس لفافے کو باورچی خانے کی آگ میں بھی جھونک سکتا تھا بس مسئلہ ہی ختم۔ یہ تو ایک اتفاق تھا کہ امداد نے اُس پیکٹ کو پہنچانے کے لیے اُسے ہی چنا۔ اس پر کسی طرح کا کوئی دباؤ نہیں تھا کہ وہ اس کام کو پورا ہی کرتا۔

مگر گولو اس پیکٹ کو تلف نہیں کر پایا۔ امداد نے جو کچھ اس سے کہا تھا اور جس یاس و امید سے کہا تھا وہ انداز اب بھی اس کے دماغ میں گھوم رہا تھا۔ امداد نے یقیناً بہت ہی خطرناک خطرہ مول لیا تھا۔ اس لفافے پر قبضہ کر کے اور اس نے گولو پر اتنا اعتماد کیا تھا کہ وہ چیز اس نے گولو کو تھما دی تھی۔ کیا گولو اس کے اس بھرم کو توڑ دے۔

گولو مستقل اس بارے میں سوچتا رہا۔ جس انداز میں کام کرتا تھا ویسا کام بھی نہیں کر پایا۔ اپنے کام کو بجھے ہوئے دل سے ایک مشینی انداز میں کرتا رہا۔ پھر آخر گھڑی نے نو بجے کا گھنٹہ بجایا تو گولو نے سکون کی سانس لی۔ کیوں کہ لالہ جی نے اسے کام بند کرنے کی ہدایت دے دی

تھی۔ گولو باورچی خانے میں گیا اور جلدی جلدی کھانا کھایا جو باورچی نے اس کے لیے رکھا تھا۔ پھر اپنی چھوٹی پلیٹ دھو کر ایک کونے میں رکھ دی۔

پھر یہ دیکھتے ہوئے کہ جب باورچی نے اپنی پیٹھ اس کی طرف کی تو گولو نے وہ پیکٹ بڑی احتیاط سے اُن اخباروں کے نیچے سے نکالا اور اپنی قمیض کے اندر رکھ لیا۔ اس کے بعد لالہ جی کو سلام کرتا ہوا گھر کی طرف چل پڑا۔

راج ہنس ہوٹل تو دیر رات بارہ بجے تک کھلتا تھا۔ گولو کے جانے کے بہت دیر بعد تک...... پھوار نے اس کے منہ اور بالوں کو دھو دیا۔

جیسے ہی وہ ایک روشن جگہ سے گزرا اُس کے اندر کے تجسّس نے اسے اور زیادہ اُکسایا۔ اور اُس نے ایک دوکان کے چھجے کے نیچے رُک کر وہ لفافہ نکالا۔ پلاسٹک کی تھیلی ہٹا کر لفافہ باہر نکالا۔ اور اس میں رکھی چیزیں دیکھنے لگا۔

ایک تصویر اُس کے سامنے تھی۔

یہ ایک آدمی کی تصویر تھی جو اس طرح کھینچی گئی تھی کہ اس کا چہرہ اور جسم کا اوپری حصہ صاف نظر آئے......ایک بدصورت اور شیطانی چہرہ......جس کے موٹے موٹے ہونٹ حقارت آمیز مسکراہٹ سے مڑے ہوئے تھے۔ جھاڑی نما بڑی بڑی پھیلی ہوئی گھنی بھویں اور آنکھوں سے سفاکی جھلکتی تھی۔ اس کے بالوں میں تیل لگا تھا اور بڑے قاعدے سے کنگھا کیا ہوا تھا اور اوپری ہونٹ پر پتلی سی مونچھیں بڑے سلیقے سے کٹی ہوئی تھیں۔ مگر چہرے پر چیچک کے داغ اور دائیں گال پر چوٹ کی وجہ سے نیلا پڑا زخم کا نشان اس کی گھناؤنی صورت کو اور بھی خوف ناک بنا رہے تھے۔

چوں کہ روشنی ناکافی تھی اور تصویر بھی پوری طرح صاف نظر نہیں آ رہی تھی کیوں کہ کچھ دھندلی دھندلی سی تھی پھر بھی تصویر کے اُس خوف ناک چہرے نے گولو کے ذہن میں پوری طرح ایک نقش بنا لیا تھا......وہ کانپ گیا حالاں کہ رات گرم تھی۔

اُس لفافے میں کچھ کاغذ بھی تھے۔ لیکن لکھائی بہت چھوٹی اور گھسیٹ ہونے کی وجہ سے گولو اس دھندلی روشنی میں اُسے نہیں پڑھ پایا۔ لڑکے نے اس فوٹو اور کاغذ کو دوبارہ اس لفافے میں رکھ کر پلاسٹک کی تھیلی میں لپیٹ دیا......اپنی قمیص کے اندر اُسے رکھ کر گولو ایک بار پھر چل پڑا۔

اب رات اور زیادہ اندھیری ہو گئی تھی۔ گولو کے دل میں اب ڈر پیدا ہو گیا تھا۔ حالاں کہ وہ

اُن راستوں سے گھر جا رہا تھا جو اس کے جانے پہچانے تھے...... اندھیری سنسان لمبی گلیاں نہ رکنے والی بارش کی جھڑی اور اس سب سے زیادہ تصویر کا اپنی قمیض کے نیچے سینے کے پاس چھپا ہونا ان سب باتوں نے مل کر خوف کے تاثر کو بڑھا دیا تھا...... کرائے داروں سے بھری وہ بڑی عمارت جس میں اس کا دو کمروں کا مکان تھا راج ہنس ہوٹل سے مشکل سے دو کلو میٹر دور تھا۔ پھر بھی اس رات وہ دوری لامحدود ہو گئی تھی اور لگتا تھا کہ راستہ کبھی ختم نہیں ہوگا۔

اپنی قوت ارادی سے گولو نے بے بنیاد خوف پر قابو پانے کی کوشش کی۔ لفافہ بحفاظت تھا۔ امداد علی اور اس کے سوائے کوئی نہیں جانتا تھا اُس تصویر کے بارے میں...... گولو کے پاس اُس کے ڈرنے کا کوئی معقول جواز نہ تھا۔

ارے جلد ہی وہ گھر پہنچ جائے گا۔ وہاں وہ اپنی ماں سے مشورہ کرے گا اور شاید روی سے بھی کہ اسے لفافے کا کیا کرنا چاہیے۔ اپنی ماں کا خیال آتے ہی اُسے کافی سکون ہوا۔ وہ گولو کو طریقہ بتا سکتی تھی۔

وہ سیٹی پر ایک خوش گوار دُھن بجاتا ہوا چلنے لگا تاکہ اس میں ہمت پیدا ہو۔ ایک کار اس کے پاس سے گزری اور دس قدم آگے جا کر رک گئی۔ دو آدمی اترے...... گولو کے دل کی دھڑکن رک سی گئی...... اس کے دل میں آیا کہ مخالف سمت میں بھگ پڑے...... مگر اپنے پر قابو پاتے ہوئے وہ رکی ہوئی کار کے پاس سے گزرنے پر تیار ہو گیا...... اُسے یہ دیکھ کر سکون ہوا کہ دو آدمی اتر کر پاس کی عمارت کی برساتی میں چلے گئے۔

دھیرے دھیرے تناؤ کم ہوتا گیا۔ اب وہ لگ بھگ آدھا راستہ طے کر چکا تھا۔ وہ ایک پتلی سی گلی میں مڑ گیا جو اس کے گھر جانے کا ایک چھوٹا راستہ تھا۔ وہ ہمیشہ اسی راستے سے گھر جاتا تھا۔

گولو نے چاقو کھلنے کی آواز سنی اور آدمی بعد میں دکھائی دیا۔

"تو کیا سوچتا ہے لڑکے کہاں جا رہا ہے؟"

وہ ہیولہ اندھیرے سے نکل کر باہر آ گیا۔ اُس ظالم چاقو کی دھار سڑک کی روشنی میں چمک رہی تھی۔ جیسے ہی گولو نے اُس آدمی کو پہچانا خوف کی ایک لہر اُس کے اندر دوڑ گئی...... کاکا......!

کیچڑ بھری سڑک پر چلنے کی آواز پیچھے سے بھی آئی اور اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا...... پیچھے سے بھی ایک انسانی ہیولہ گلی میں داخل ہو گیا۔ اب وہ واپس بھی نہیں بھاگ سکتا تھا۔ وہ چوہے دان میں پھنس گیا تھا۔

مایوسی کے باوجود اُس نے دھوکا دینے کی کوشش کی۔ "میں تو ایک ہوٹل میں کام کرنے والا بیرا ہوں"......اس کے منہ سے اچانک یہ الفاظ نکلے اور ساتھ ہی اس کے ہونٹ سکڑ گئے۔
"آپ کو مجھ سے کیا چاہیے......؟ میرے پاس تو پیسے ویسے نہیں ہیں......!"

کاکا اُسی انداز میں کڑ کڑا کر ہنسا جیسے گولو نے اُسے راج ہنس ہوٹل میں ہنستے ہوئے دیکھا تھا...... "دیکھ بے گستاخ لڑکے...... آ۔ وہ لفافہ مجھے دے دے"۔

اچھا اُسے علم ہو گیا۔ گولو نے سوچا...... کاکا نے اُس کی حیرانی دیکھتے ہوئے کہا۔ "امداد علی بول پڑا ہے......ارے ہاں وہ تو کوئل کی طرح بولا۔ تمھارے بارے میں سب کچھ بتا دیا لڑکے۔ حد یہ ہے کہ تم کون سے راستے سے گھر جاتے ہو...... چلو نکالو لفافہ"۔

گولو نے نکل بھاگنے کے لیے جائزہ لیا...... مگر کوئی راستہ نہیں تھا۔ گلی اتنی چھوٹی تھی کہ وہ کاکا کے چاقو سے بچ کر نہیں جا سکتا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اگر اُس نے بھاگنے کی کوشش کی تو یہ غنڈا اُسے مارنے میں کوئی دریغ نہیں کرے گا۔

گولو نے کندھے اچکائے۔ لفافہ نکالا اور اُسے سونپ دیا۔ "ٹھیک ہے یہ کوئی میرا کام تو ہے نہیں"۔ اس نے اپنی آواز کو بمشکل قابو میں کرتے ہوئے کہا۔

کاکا نے لفافے سے تصویر نکالی اور اُسے غور سے دیکھ کر تعجب سے سیٹی بجائی۔ اس کی آواز میں غصہ صاف جھلک رہا تھا جب اُس نے پوچھا۔ "کیا تو نے اس لفافے کو اندر سے دیکھا تھا؟"

"نہیں میں نے کہا نہ...... میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں تھا"۔

"عقل مندی کی......ورنہ تو زندہ نہ رہتا...... ٹھیک ہے عالی جاہ اب تم گھر جا سکتے ہو"۔

اس نے مذاق اُڑانے والے انداز میں اپنے آپ کو تھوڑا سا خم کیا اور تھوڑا سا ایک طرف ہٹ گیا جیسے گولو کو جانے کا راستہ دے رہا ہو۔ مگر جیسے ہی گولو آگے بڑھا کاکا کا ہاتھ گھوما اور بڑی طاقت سے اُس کے گال پر پڑا۔ گولو پھسل کر بارش سے بھیگی سڑک پر جا پڑا۔

"یہ اس لیے کہ تم نے بلاوجہ اُس کام میں ٹانگ اڑائی جس میں نہیں اڑنا چاہیے تھا......" کاکا نے کہا اور چلتا ہوا اپنے ساتھی سے جا ملا۔

بدحواسی کے عالم میں گولو نے کار کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی اور وہ دونوں لفنگے اُس رات کے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

اُس نے بڑی مشکل سے کھڑے ہونے کی کوشش کی اور محسوس کیا کہ اُس کے چہرے پر خون ہے۔ اُس کے ہونٹ کٹ گئے تھے اور سوجنے لگے تھے۔ اس کے کپڑوں میں کیچڑ لگ گئی تھی اور کپڑے بھیگ بھی گئے تھے۔

لیکن وہ جانتا تھا کہ رکنا مناسب نہیں ہے۔ وہ دوڑتے بھاگتے اور کبھی تیز قدموں سے چلتا گھر کی طرف ہو لیا۔

اُس کی حالت کو دیکھ کر اس کی ماں گھبرا گئی۔ "کیا ہوا گلشن......؟" خوف سے اُس نے پوچھا۔ گولو کو محسوس ہوا کہ گرم گرم آنسو اس کی آنکھوں میں آگئے ہیں مگر اُس نے اپنے پر قابو کیا۔ وہ اب ایک مرد ہے...... اِسے اپنی ماں کے سامنے ہرگز نہیں رونا چاہیے۔

گولو نے ماں کو سب کچھ بتادیا۔ اُس نے خاموشی سے سب کچھ سنا۔ آنکھیں سوکھی ہوئی تھیں۔ چہرے پر سختی تھی۔ جب گولو نے بات ختم کی تو اس کی ماں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ "چلو ہاتھ منہ دھولو اور صاف کپڑے پہن لو۔ میں اتنی دیر میں بنواری لال جی کو اور رودی کو بتاتی ہوں۔ ہم کو ضرور اس بات کے متعلق صلاح مشورہ کرنا چاہیے کہ ہمیں کیا کرنا ہے؟"

گولو اس کے ٹھہرے ہوئے انداز سے بے وقوف نہیں بنا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کتنے غصے میں ہے۔ کوئی دوسری عورت ہوتی تو آنسوؤں کی جھڑی لگا دیتی۔ لیکن اس کی ماں ایسی نہ تھی۔ وہ بہت پختہ قوت ارادی کی عورت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اُس پر فخر کرتا تھا۔

بیس منٹ بعد اُن لوگوں میں بحث شروع ہو گئی...... ماں، بنواری لال، رودی اور وہ خود۔ ماں نے پہلے ہی ان دونوں کو سب بتا دیا تھا اور ان کے چہروں پر بھی پریشانی کی شکنیں تھیں۔ "امداد علی یقینی طور پر ایک مخبر تھا۔ شاید پولیس کا تنخواہ دار یا شاید سی۔ آئی۔ ڈی۔ کا کوئی فرد تھا......" بنواری لال نے کہا۔ ایک قابل تعظیم بوڑھا آدمی جس نے اپنی ساری عمر اس شہر میں کاٹ دی تھی۔ اسکول سے فارغ ایک استاد جو صرف اپنی معمولی سی پنشن پر جی رہا تھا۔ اُس نے اس عمارت میں رہنے والے کرائے داروں کو مشورے بھی دیے تھے اور ان کا مشیر بھی رہا تھا۔

یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ گولو وہ نہ پڑھ پایا جو اُس لفافے میں تھا......" رودی نے کہا...... وہ بھی گولو ہی کی طرح چودہ سال کا تھا۔ حالاں کہ اس کی باقاعدہ تعلیم و تربیت نہیں ہوئی تھی۔ مگر زندگی کے اسکول میں بہت سخت تربیت پائی تھی اور بڑا ہوا تھا۔ اس وجہ سے اس کم عمری میں بھی کافی بُردبار ہو گیا تھا۔

"ارے اندھیرا تھا۔ میں بتا چکا ہوں تم لوگوں کو"۔ گولو نے اپنا بچاؤ کیا۔ اور لکھائی بھی بہت کٹھن تھی"۔

"میں تمھیں الزام نہیں دے رہا ہوں"۔ روی نے جلدی سے کہا۔ "میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ ہمیں یہ معلوم ہی نہیں کہ یہ سب بکھیڑا کیوں ہوا؟"

"اُس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے......" بنواری لال نے بات کاٹی۔ "سوال صرف یہ ہے کہ کیا گولو کو یہ بات بتانے کے لیے پولیس کے پاس جانا چاہیے یا اُسے یہ بات سرے سے ہی بھول جانی چاہیے"۔

"میں کہتا ہوں اسے اس بات کو ایک دم بھول جانا چاہیے"۔ روی جو حقیقت پسند تھا ایک دَم بولا...... "یہ تو پولیس کا کام ہے کہ ہم جیسے لوگوں کی مدد کے بغیر بدمعاشوں کو پکڑے"۔

"مگر یہ تو ہر شہری کا فرض ہے کہ پولیس کی مدد کرے"۔ بنواری لال نے زور دیا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک مشکل کام ہے مگر میں سمجھتا ہوں کہ گولو کو ان دونوں افسروں سے ضرور ملنا چاہیے جن کے لیے امداد نے کہا تھا اور انھیں سب کچھ بتا دینا چاہیے"۔

"کاکا اور شیرو جیسے لوگوں کے ٹائپ کو میں اچھی طرح جانتا ہوں"۔

روی نے اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے اپنی مخالفت میں زور پیدا کیا اور گولو کی ماں سے کہا۔

"ماتا جی یہ لوگ خبیث جانور جیسے ہیں۔ آج تو انھوں نے گولو کو چھوڑ دیا۔ مگر کون جانے وہ لوگ کیا کر گزریں۔ اگر انھیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ گولو نے پولیس سے رابطہ کر لیا ہے"۔

"روی کیا ظالم کو بغیر سزا کے چھوڑنا چاہیے؟" ماں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ "اگر غنڈے۔۔ لوگوں کو چاقو کے زور پر ڈرانے لگیں جیسے گلشن کے ساتھ ہوا ہے اور انھیں چھوڑ دیا جائے تو پھر سیدھے سادے اور شریف لوگ اس دنیا میں کیسے زندہ رہ سکتے ہیں؟"

"ماتا جی مجھے لگتا ہے کہ مجھے پولیس اسٹیشن جانا چاہیے"۔ گولو نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ حالاں کہ اُس کا چہرہ کہہ رہا تھا کہ اس کے نتائج اُس کے لیے اچھے نہیں ہوں گے۔۔ "اگر ان غنڈوں کے خوف نے وہ کچھ کرنے سے روکا جو میں صحیح سمجھتا ہوں تو میں کبھی بھی اپنی زندگی نہیں جی سکوں گا......"

"عقل مندی کی بات کی تم نے گولو"۔ جواری لال نے کہا۔ "مگر ان دونوں لوگوں سے جب تم ملو تو اُن سے کہہ دینا کہ تمھارے نام کو خفیہ رکھیں۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ مصیبت کو دعوت دیں۔ اگر اس سے بچا جا سکتا ہو تو۔

"ہمارے گولو جی......" روی مذاق کے انداز میں چیخا جس میں جی کا لفظ شامل کر کے عزت افزائی کا اثر بھی شامل کیا۔ "اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو کسی پولیس اسٹیشن کے دس میل کے آس پاس بھی نظر نہ آتا۔ مگر آپ چوں کہ طے کر چکے ہیں کہ آپ کو جانا ہے اس لیے میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا"۔

"شکریہ روی......" گولو نے کہا۔ احسان مندی اور سکون کے آثار اس کے چہرے پر نمایاں تھے۔ "میں تمھاری اس بات کی قدر کرتا ہوں"۔

جماعت اٹھ گئی۔ جواری لال اور روی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے جب کہ گولو چارپائی پر لیٹ گیا اور اگلے دن رونما ہونے والے حالات پر قیاس کرنے لگا۔ وہ بے حد تھکا ہوا تھا......اور دیر شام میں گزرے حالات اور اس کی گرفتاری۔ اس سب کے باوجود گہری نیند میں ڈوبتا چلا گیا۔

پولس کے صدر دفتر میں

پچھلی رات کی ہولناکیوں نے گولو کو اگلی صبح کو بھی نہ چھوڑا۔ ٹھیک نو بجے وہ اور روی شہر کے بیچ میں واقع پولس کے صدر دفتر کی طرف چل پڑے۔ گولو کچھ متذبذب تھا مگر روی پہلے جیسا ہی شوخ نظر آ رہا تھا۔

شہر کا پولیس دفتر ابھی حال ہی میں اپنی پرانی جگہ سے منتقل ہو کر یہاں شروع ہوا تھا۔ کئی منزلہ عمارت میں باہر لوہے کے دروازے تھے۔ یہاں بندوقیں لٹکائے وردیاں پہنے گارڈ (چوکیدار) تھے۔ گولو اس نئی عمارت سے اس قدر مرعوب ہوا کہ اپنے اندر گھبراہٹ محسوس کرنے لگا۔ اُسے شک ہونے لگا کہ انھیں اندر بھی جانے دیا جائے گا یا نہیں۔

بڑے دروازے پر جو گارڈس تھے انھوں نے ان دونوں سے اپنا کام سنبھالنے کو کہا کیوں کہ

وہ دونوں وہاں کھڑے عمارت کو دیکھ رہے تھے اور ہچکچا رہے تھے۔ مگر جب ان دونوں نے جواب میں ایک نانگیا یا مانی ویل سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تو گارڈس نے حیرانی سے اُن کو دیکھا۔ لیکن اُن میں سے ایک ساتھ کے کمرے میں گیا اور ایک فون ملایا۔ وہ جلد ہی واپس آیا اور دونوں لڑکوں کے نام رجسٹر پر لکھ کر اندر جانے کی اجازت دے دی۔

"سیدھے تیسری منزل پر چلے جاؤ"۔ اس نے ہنستے ہوئے انداز میں کہا۔ "وہیں پر تمھیں نانگیا مل جائیں گے"۔

جب وہ تیسری منزل پر پہنچے تو پولیس والے کی ٹھٹھول کا مطلب اُن کی سمجھ میں آگیا۔ صاف ستھری رنگ کی ہوئی نام کی تختی نے جو ایک دروازے پر لگی تھی، اُس راز کو افشا کیا کہ ایک نانگیا کوئی اور نہیں جناب بی۔ آر۔ نانگیا تھے جو پولس کمشنر تھے۔ شہر کے سب سے بڑے اور خاص پولس والے۔

ایک اردلی نے ان سے کاغذ پر نام لکھ کر دینے کو کہا۔ وہ اس کاغذ کو کمشنر صاحب کو دے دے گا۔ کمشنر ایک بہت مصروف آدمی ہیں۔ اسی لیے اُن کو انتظار کرنا ہوگا۔ اُس کے بعد ان لوگوں کی حاضری صاحب کے سامنے ہوگی۔

گولو جانتا تھا کہ روی اور اس کو پہلے ہی دیر ہو چکی ہے۔ وہ زیادہ دیر تک انتظار نہیں کر سکتے...... اچانک اُس کے دماغ میں ایک بات آئی اس نے اردلی کے ہاتھ سے کاغذ لے کر اُس پر نام لکھا...... 'امداد علی'۔ چپراسی کاغذ کو اندر لے گیا۔ پھر اُس چپراسی نے جو گھمنڈی لگ رہا تھا اور خود بھی حیرت زدہ تھا ان کو بھی حیرت میں ڈال دیا جب فوراً ہی کمشنر صاحب نے اُن کو اندر طلب کر لیا۔

نانگیا صاحب ایک لمبے اور مضبوط کاٹھی والے آدمی تھے۔ وہ ایک بہت بڑی میز کے سامنے بیٹھے تھے مگر بونے نہیں لگ رہے تھے۔ اگر اُن کو اُس آدمی کے بدلے جس کے آنے کی اُمید کر رہے تھے...... ان دونوں لڑکوں کو دیکھ کر تعجب ہوا بھی ہوگا تب بھی اُن کے چہرے سے بالکل ظاہر نہیں ہوا۔

تم دونوں میں سے امداد علی کون ہے؟" انھوں نے پوچھا۔

"ہم میں سے کوئی بھی نہیں ہے جناب"۔ گولو نے ہمت اور صاف گوئی سے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔ "وہ نام ہم نے اس لیے لکھ دیا تھا کیوں کہ ایک امداد علی نام کے آدمی نے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے"۔
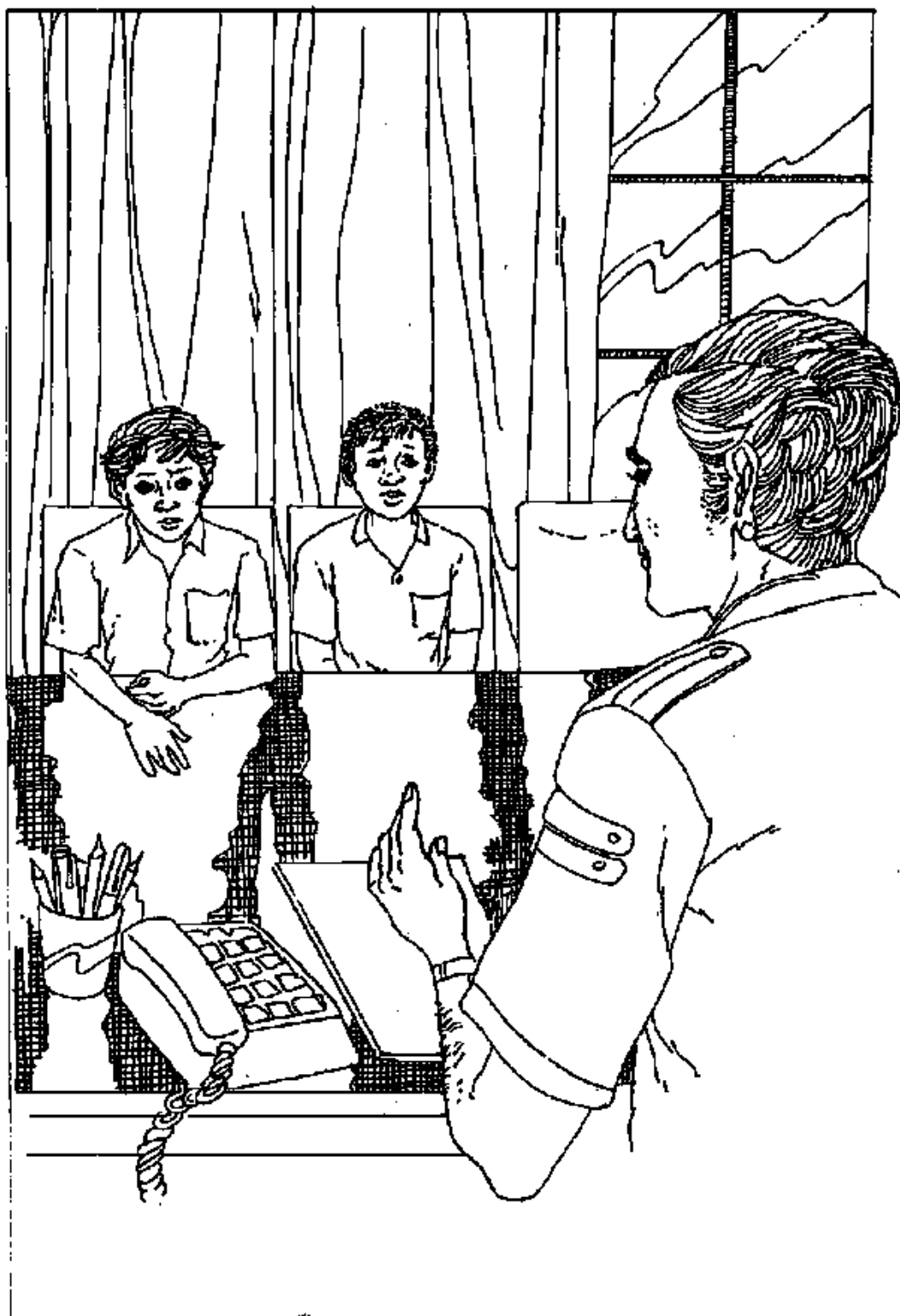
"اُس کا حلیہ بتاؤ" کمشنر نے حکم دیا۔ وہ مستقل گولو کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھے جا رہے تھے۔

"ایک چھوٹا سا دبلا پتلا آدمی جناب۔ ہر وقت کرتا پاجامہ پہنتا ہے"۔

پولس کمشنر کو اطمینان ہوا۔ اس کی کڑی نظر کچھ نرم ہوئی اور چہرے پر ایک مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "ٹھیک ہے لڑکو کرسی پر بیٹھ جاؤ"۔ اس کی آواز میں گولو نے نرمی محسوس کی۔ وہ دونوں ڈرتے ڈرتے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

پولس کمشنر نے اندرونی رابطے کا فون (انٹر کام) اٹھایا اور بٹن کو دبا کر اس میں بولے۔ "مانی ویل۔ فوراً میرے کمرے میں آؤ۔ میرا خیال ہے تم اپنے کھوئے ہوئے ساتھی کے بارے میں کچھ جان پاؤ گے"۔

انھوں نے فون رکھا اور گھنٹی بجائی۔ وہی گھمنڈی چپراسی اندر داخل ہوا۔

ہم لوگوں کے لیے چار بوتل مشروب لاؤ۔ ذرا جلدی اور دھیان رہے ٹھنڈی ہوں۔" جی جناب"۔ چپراسی نے کہا۔ اور واپس چلا گیا۔ مگر جاتے جاتے لڑکوں پر تجسس آمیز نظر ڈالتا گیا۔

تھوڑی ہی دیر میں دروازہ زور سے کھلا اور ایک چھوٹے قد کا دبلا پتلا آدمی چشمہ لگائے تیزی سے اندر آیا۔ " او خدا...... یہ دونوں کون ہیں......؟"

رک کر حیرانی سے اس نے پوچھا۔

"امداد کے فرستادہ...... اور لڑکو یہ ہیں مانی ویل صاحب۔ اب اپنے نام بتاؤ اور بتاؤ کہ تمھیں کیا کہنے کے لیے کہا تھا۔

"میں روی ہوں جناب" روی نے جواب دیا۔ "یہ گلشن ہے مگر سب اسے گولو کہتے ہیں۔ یہ ہی ہے وہ جسے آپ کو کچھ بتانا ہے۔ میں تو اس کے ساتھ چلا آیا ہوں"۔

"چلو ٹھیک ہے۔ گولو ہم سننا چاہتے ہیں"۔

کمشنر کے آرام سے بات کرنے اور بے تکلفی نے گولو کے دل میں پیدا ہوئے ڈر کو کم کر دیا۔

تب اس نے پچھلی رات گزرے سارے واقعات انھیں بتا دیے۔ صاف صاف مگر اختصار سے۔ کوئی بات بھی اس نے نہیں چھپائی۔ دونوں پولس والے بے خود ہو کر بڑے دھیان سے سنتے رہے ......اور جب گولو نے داستان ختم کی تو دونوں نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھا۔

"وہ بڑے بے رحم لوگ تھے جناب اس لیے ہماری آپ سے ملاقات کو راز ہی رکھیے گا"۔ اپنی بات ختم کرتے ہی گولو نے درخواست کی۔

نانگیا صاحب نے گردن ہلائی۔ "تم ایک بہادر لڑکے ہو گولو۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تمھاری یہاں آمد کو ایک دم خفیہ رکھا جائے گا اور رکھا بھی جانا چاہیے"۔

چپراسی مشروب کی چار بے حد ٹھنڈی بوتلیں لے کر اندر آیا۔ اُس وقت تک کمرے میں خاموشی چھائی رہی جب تک چپراسی چلا نہیں گیا۔ پھر مانی ویل نے کہا۔

"آپ جانتے ہیں نانگیا صاحب میں کیا سوچ رہا ہوں...... میرا خیال ہے ہم نے امداد کو کھو دیا"۔

مجھے بھی یہی ڈر ہے۔ ان لوگوں کو اس کے بارے میں کسی طرح پتا چل گیا...... اچھا گولو تم نے بتایا کہ تم نے وہ تصویر اچھی طرح دیکھی تھی۔ کیا تم اب بھی یاد کر کے اس تصویر کے چہرے کی پوری تفصیل بتا سکتے ہو......؟"

"اچھی طرح نہیں دیکھی جناب...... روشنی بہت کم تھی۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ اس تصویر کے چہرے کو کبھی بھول پاؤں گا"۔

کاکا...... شیرو...... اپنے ہی خیال میں نانگیا صاحب نے بہت دھیرے سے دہرایا اور ساتھ ہی انگلیوں سے میز پر طبلہ بجایا۔ پھر اچانک کھڑے ہوئے اور ایک الماری کی طرف گئے جو فائلوں سے بھری تھی۔ اس میں سے ایک موٹا سا لفافہ نکال کر وہ واپس آئے اور اس میں رکھی چیزیں میز پر پھیلا دیں۔

سو سے زیادہ تصاویر ڈھیر کی شکل میں میز پر پھیل گئیں۔

"شہر کے کچھ بدمعاشوں کی تصویریں تمھیں اسی میں مل جائیں گی۔" نانگیا صاحب نے جھکتے ہوئے کہا۔ "اچھا گولو ان تصویروں کو دیکھ کر ان میں سے تم جتنی پہچان کر نکال سکتے ہو اتنی تصاویر نکال لو۔

اسے لگ بھگ دس منٹ لگ گئے اس ڈھیر کو دیکھنے میں۔ اس نے اُن تصویروں میں سے چھانٹ کر تین تصویریں الگ کیں اور نانگیا صاحب کو دے دیں۔

"یہ کاکا ہے جناب اور یہ شیرو ہے۔ یہ تیسرا آدمی کل رات راج ہنس ہوٹل میں ان کے ساتھ تھا مگر میں اُس کا نام نہیں جانتا"۔

"یہ پریم ہے۔ کاکا کی طرح ایک اور چھٹا ہوا بدمعاش..... لیکن وہ لفافے میں جو تصویر تھی..... ؟ کیا ان میں سے کوئی بھی میل نہیں کھاتی؟"

"نہیں جناب.....!"

اگر ایسا ہوتا تو ہم بہت سی پریشانیوں سے بچ جاتے"۔ مانی ویل صاحب نے افسوس کے انداز میں زور سے کہا۔

"ہم ابھی بھی ہارے نہیں ہیں مانی ویل"۔ ناٹنگیا صاحب نے پُرجوش انداز میں کہا۔ انھوں نے چپراسی کو بلایا اور دفتر کے ایک آدمی کو تصویر بنانے کے لیے طلب کیا۔ اگر ہم کو تصویر نہیں ملی تو کیا ہوا۔ اس سے ملتی جلتی تو بن جائے گی.....ایک ہاتھ سے بنی تصویر۔

اسٹاف کا آرٹسٹ ایک پنسل اور خاکہ بنانے کا پیڈ لے کر آ گیا۔ "اپنی یادداشت پر زور دو گولو اور اس چہرے کی تفصیلات ہمارے آرٹسٹ کو بتاؤ....."

ناٹنگیا صاحب نے کہا۔

آرٹسٹ نے جلدی سے انسانی چہرے کا ایک بنیادی خاکہ بنایا اور پھر گولو کی طرف مڑا۔ "اب مجھے تفصیل بتایئے۔ پہلے تھوڑی۔ کیا وہ چوکور تھی.....؟ نوکیلی تھی؟ یا ایک دم نوک دار تھی؟"

بوکھلاہٹ کے لمحے میں گولو کو لگا جیسے وہ اُس خوف ناک چہرے کو بھول گیا ہے۔ اس نے سڑک کی روشنی میں تصویر میں دیکھا تھا..... لیکن پھر کچھ کچھ یاد آیا۔ ذہن میں صاف ہوا.....اور نہیں بھی۔ بالکل صاف اُبھر آیا لیکن پھر بھی صاف نہ ہوا۔ گولو چکرا گیا۔ وہ چہرے کی تصویر کشی ذہن میں کر سکتا تھا۔ اگر دیکھ لیتا تو پہچان لیتا۔ لیکن جو تصویر اس کے دماغ میں تھی وہ بغیر تفصیلات کے تھی۔ وہ پریشان ہوا کہ وہ اس چہرے کی تفصیلات نہیں دے سکتا۔ گولو کو شش و پنج میں دیکھ کر آرٹسٹ نے خود اس کی مدد کی۔ اس نے پوچھتے ہوئے ایک تھوڑی کے انداز کی لکیر کھینچی..... "اس طرح سے"؟

"ہاں شاید اسی طرح کی تھی"۔ گولو بدبدایا۔ "نہیں میرا خیال ہے کہ یہ زیادہ نوکیلی ہے۔ ذرا تھوڑا سا چوکورپن لیے ہوئے۔ میرا خیال ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے..... میں کیا کہہ رہا ہوں"

آرٹسٹ نے پہلے والی لکیر کو مٹا کر ایک دوسری لکیر بنائی جو نوک دار نہیں تھی۔ چوکورپن لیے ہوئے تھی۔

"اس طرح......؟"

"ہاں شاید...... بڑا مشکل ہے پورے چہرے کو دیکھے بغیر بتانا۔"

"ٹھیک ہے اب بال...... کیا کنگھی اسی طرح کی تھی......؟ یا اس طرح......؟

یا شاید بالوں کو پیچھے کی طرف کرر کھا تھا......؟"

ایک بار پھر چہرے کی تفصیلات نہ ہونے کی وجہ سے گولو گڑبڑا گیا۔ "بال پیچھے کی طرف کو تھے۔ اس نے دھیرے سے کہا۔

"اس طرح......؟ آرٹسٹ کی پنسل پیڈ پر بڑی تیزی سے چلی۔

"نہیں...... نہیں کھوپڑی سے چپکے ہوئے تھے"۔ پھر جیسے ہی آرٹسٹ نے بالوں کا انداز خاکے پر بدلا تو گولو بولا۔ "نہیں میں نہیں سمجھتا کہ وہ اس طرح کے تھے"۔

کچھ دیر تک اسی طرح چلتا رہا۔ گولو اور زیادہ مخبوط الحواس ہوتا گیا اور الجھتا گیا...... دھیرے دھیرے جو چہرہ آرٹسٹ کے پیڈ پر اُبھر کر آیا وہ اس فوٹو والے چہرے سے بالکل مختلف تھا۔

ہو سکتا ہے کہ پولس کمشنر نااُمید ہوئے ہوں۔ لیکن ان کے چہرے سے بالکل پتا نہیں چلا......" تمھارا قصور نہیں ہے گولو۔ تمھیں وہ تصویر دیکھنے کا وقت بہت کم ملا۔ بس ایک معمولی سی سرسری نظر ڈالی تھی تم نے۔ اس لیے اس چہرے کی تفصیلات تمھارے ذہن سے مٹ گئیں۔ کوئی بات نہیں۔ تمھاری طرف سے تو یہ ایک اندھیرے کا تیر تھا"۔ اس نے اسٹاف کے آرٹسٹ کو جانے کا اشارہ کیا۔ پھر پوچھا۔ "لیکن تمھیں یقین ہے کہ اگر تم اُسے دیکھو گے تو ضرور پہچان لوگے......؟"

"جی ہاں جناب مجھے یقین ہے کہ میں پہچان لوں گا......"

ایک بار پھر نانگیا صاحب اور مانی ویل صاحب نے ایک دوسرے کو معنی خیز انداز میں دیکھا۔ پھر پولس کمشنر نے کہا۔ "ہمیں اس آدمی کی شدت سے تلاش ہے گولو۔ ہمارے پاس اس کی کوئی شناخت نہیں ہے۔ تم اکیلے ہو جس نے اس کا چہرہ دیکھا ہے۔ چاہے تصویر میں ہی سہی۔ کیا تم اس آدمی کو پکڑنے میں ہماری مدد کروگے......؟"

کچھ دیر تک امید افزا خاموشی کمرے میں چھائی رہی اور وہ دونوں افسر گولو کے جواب کا انتظار

کرتے رہے۔ لڑکا ہاں میں جواب دینا چاہتا تھا۔ لیکن اس نے اپنی ماں اور بیمار بہن کے بارے میں سوچا۔

بدمعاشوں سے بھڑنا چاہے لاکھ پولس کا ساتھ ہو پھر بھی ایک خطرے کا کام ہے۔ اگر اس کو کچھ ہو گیا تو اس کے گھر والوں کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔

پھر بھی وہ منع کرتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ ان بڑے پولس افسران نے اُس کی مدد چاہی ہے۔ ایسا لگ بھگ ناممکن ہوتا ہے۔ پریشانی میں اس نے روی کی طرف دیکھا۔ وہ جوتے چمکانے والا لڑکا سمجھ گیا اور بولا۔

"یہ اپنے خاندان میں اکیلا کمانے والا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کی بہن سخت بیمار ہے۔"

"کیا تمھارے پتا نہیں ہیں؟"

"جی ان کا انتقال ہو چکا ہے"...... گولو نے جواب دیا اور اپنی بے بس ماں بیمار بہن کے بارے میں بتاتے ہوئے اب اس کے الفاظ بآسانی نکلنے لگے تھے۔ اگر اس کے گھر والوں کو اس کی کمائی نہ ملی تو وہ لوگ پریشانی میں پڑ جائیں گے۔

"میں سمجھ گیا"۔ ناتگیا صاحب نے کہا۔ حقیقت میں ہمیں تم جیسے کم سن لڑکے سے مدد کے لیے کہنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ مگر ہم لوگ بہت بے تاب ہیں۔ بہت سے لوگوں کی جانیں...... چاہے نوجوان ہوں یا بوڑھے...... داؤ پر لگی ہیں۔ صرف یہی وجہ تھی جو میں نے تم سے پوچھا۔ اب ہمیں نئے سرے سے اس راستے پر کام کرنا ہوگا...... جو امداد نے راستہ اختیار کیا تھا۔ "مانی ڈیل صاحب نے لقمہ لگایا۔" ٹھیک ہے لڑکو تم پرواہ مت کرو۔ ہم پھر بھی کسی نہ کسی طرح اس مکار کو پکڑ ہی لیں گے۔ تمھاری مدد کا شکریہ"۔ دونوں افسران نے ہاتھ ملائے اور باہر تک ان لڑکوں کو رخصت کیا۔ اُس گھمنڈی چپراسی کو اس بات کی توقع نہ تھی۔ وہ حیرانی سے انھیں جاتے دیکھتا رہا۔

یہ سب تو ختم ہوا۔ "روی نے گولو سے الگ ہوتے ہوئے کہا"۔ ہمیں اب اپنا کام سنبھالنا ہے۔ رات کو ملاقات ہوگی۔

گولو راج ہنس ہوٹل کی طرف جتنا تیز ہو سکتا تھا اتنا تیز چل دیا۔ وہ شہر کی سڑکوں سے واقف تھا اور ہر چھوٹے راستے کو بھی جانتا تھا۔ اُسے ہوٹل پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔

لالہ جی اپنی اُس جگہ پر نہیں بیٹھے تھے جس پر ہوتے تھے۔ گولو کی غیر موجودگی میں وہ اور

باورچی لوگوں کو سامان مہیا کر رہے تھے۔ لڑکے نے دیر سے آنے کے جواز پہلے ہی سوچ لیے تھے اور ایسا پہلی بار ہوا تھا جو وہ دیر سے آیا تھا۔

لیکن اس کے لیے ایک جھٹکا انتظار کر رہا تھا۔ جیسے ہی وہ مالک کو سلام کر کے اُس کے پاس سے گزرنے لگا کہ اپنا کام سنبھالے لالہ جی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک طرف کو لے گئے۔
"ہمارے پاس تمھارا کام ختم لڑکے۔ ہمیں تمھاری اور خدمات نہیں چاہئیں۔"

گولو بھونچکا رہ گیا۔ اس کی نظر دھندلا گئی اور اس کی آنکھوں کے سامنے دنیا گھومتی ہوئی نظر آنے لگی۔ زبردست قوتِ ارادی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے اپنے بگڑے اعصاب کو سنبھالا۔

اس کے حلق سے بمشکل الفاظ نکلے۔

"کیوں لالہ جی؟ بھگوان کے لیے بتائیں کیوں؟" لالہ جی چپ رہے۔ گولو نے محسوس کیا کہ لالہ جی کی آنکھوں میں غصہ نہیں ہے۔ اگر وہ اس بات پر ناراض ہوتے کہ گولو کام پر دیر سے آیا اور اس لیے اسے نکالا ہوتا تو ان کی آنکھوں میں بے حد غصہ ہوتا۔ اس کے برعکس ان کی آنکھوں میں غم جھلک رہا تھا اور کیا وہ خوف ہی تھا جو ان کی آنکھوں سے عیاں تھا؟

مجھے بتایئے لالہ جی آخر کیوں؟" گولو نے ملتجیانہ انداز میں پوچھا۔ "آپ تو جانتے ہیں اس نوکری سے میرے خاندان کو کتنی مدد مل رہی ہے۔ یہ میری پہلی غلطی ہے۔ اگر میں آپ کو بتادوں کہ میں آج دیر سے کیوں آیا ہوں تو مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے معاف کر دیں گے۔"
"وہ بات نہیں ہے گولو"۔ آخر کار لالہ جی کی آواز نکلی۔ "تم تو میرے لیے اپنے لڑکے جیسے ہو میرے دل کو اس بات سے بہت تکلیف ہو رہی ہے کہ میں تم سے جانے کو کہہ رہا ہوں لیکن کل رات وہ بدمعاش واپس آئے تھے۔ ان میں سے ایک نے میرے گلے پر چاقو رکھ دیا اور مجھ سے کہا کہ تمھیں نکال دوں۔ "اگر ہم نے اس لڑکے کو کل یہاں دیکھا تو ہم تم کو مار دیں گے اور تمھاری دوکان کو توڑ پھوڑ دیں گے۔ انھوں نے کہا تھا...... تم نے ان کے ساتھ کیا کیا تھا گولو۔"

گولو سمجھ گیا۔ یہ ان غنڈوں کو پھنسوانے کی کوشش کی سزا ہے۔ بے چارگی اس پر حاوی ہونے لگی۔ اب اس دنیا میں کیا کرے گا وہ؟

اس نے لالہ جی سے اور التجا نہیں کی۔ وہ اس معاملے میں بہت باضمیر لڑکا تھا۔

کندھے لٹکائے وہ جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ مالک نے اسے روکا اور پیسوں کا رجسٹر کھول کر دس دس کے چھ نوٹ نکالے اور گولو کی طرف بڑھادیے۔

"حالاں کہ یہ مہینے کا بیچ ہی ہے مگر میں پوری تنخواہ دے رہا ہوں۔ اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کر سکتا۔ معاف کرنا گولو۔ اپنا خیال رکھنا۔"

گولو نے پیسے لے کر لالہ جی اور رسوئیے کو دیکھتے ہوئے راج ہنس ہوٹل چھوڑ دیا۔ بغیر کسی ارادے کے وہ بھیڑ بھاڑ والے علاقے سے گزرتا رہا۔ اپنے آس پاس والے شور و غل سے بے نیاز۔ پاس ہی ایک چھوٹا سا پارک تھا۔ کنکریٹ کی عمارتوں اور سیمنٹ کی سڑکوں کے بیچ میں ایک چھوٹا سا سبزہ زار۔ گولو پارک میں داخل ہو گیا۔ پتھر کی ایک بنچ پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔

کیا کاکا اور اس کے ساتھی کل رات ہی ہوٹل آئے تھے؟ ایسا لگتا تھا صدیاں گزر گئی ہوں اتنا کچھ ہو گیا تھا اس بیچ۔ وہ بُرے لوگ تھے۔ ان کے ہتھیار خوف ناک تھے۔ دو چہرے اس کی نظروں میں اُبھرے۔ خوف کے مارے زرد پڑا ہوا امداد علی کا چہرہ اور لالہ جی کا خوف زدہ اور غم گین چہرہ جب انھوں نے اُسے نکالا تھا۔

یہ اُس کی ماں نے کل کیا کہا تھا؟ کیا اُنھیں غنڈا گردی کی سزا نہیں ملنی چاہیے؟ کاکا اور شیرو جیسے لوگ؟ اور وہ بُری صورت اور خوف ناک چہرے والا آدمی جس کی تصویر دیکھی تھی ایسے لوگ تو اپنے راستوں پر چلتے رہیں گے۔ اگر انھیں سزا نہ ملے تو بھولے بھالے عام سے انسانوں کو ڈراتے دھمکاتے رہیں گے۔

نانگیا اور مائی ویل جیسے لوگ جو اس کوشش میں لگے ہیں کہ ان بُری طاقتوں کو نیست و نابود کر دیں۔ ابھی چند گھنٹے پہلے ان لوگوں نے گولو سے مدد کو کہا تھا۔ اس وقت تو اپنے خاندان اور نوکری کی وجہ سے اس کے خیالات نے اسے ہاں کہنے سے روک دیا تھا۔ مگر اب کیا چیز تھی جو اُسے ان لوگوں کی مدد کرنے سے روکتی۔

اچانک گولو ایک نتیجے پر پہنچ گیا۔ یہ فیصلہ اس نے اس لیے نہیں کیا تھا کہ اُسے بدلے کی خواہش یا غصے کے جذبے نے فیصلہ لینے پر مجبور کیا ہو۔ بلکہ یہ تو وہ جذبہ تھا جس کے تحت وہ چاہتا تھا کہ انصاف ہو اور جن لوگوں نے سماجی اصولوں کو توڑنے کی کوشش کی ہے ان کو سزا ملے۔

ہاں وہ قانون کی حفاظت کرنے والی طاقتوں کو مدد دینے کی پیش کش کرے گا۔ وہ واپس نانگیا صاحب کے پاس جا کر اپنی خدمات پیش کرے گا۔

گولو کھڑا ہو گیا اور پارک سے باہر آکر بے خوف و خطر آگے بڑھنے لگا۔ عمل کرنے کے فیصلے پر پہنچنے کی قوت نے اس کے چہرے کو تمتما دیا تھا۔ روی اپنی اُسی روایتی جگہ پر موجود تھا جو سنٹرل سپر مارکیٹ کے داخلی دروازے کے نزدیک تھا۔ اس نے گولو کے سلام کرنے پر بڑے تعجب سے اُسے دیکھا۔

جلدی جلدی اس نے اپنے دوست کو راج ہنس ہوٹل سے نکالے جانے کی بات بتائی۔ میں پولس اسٹیشن واپس جارہا ہوں اپنی خدمات پیش کرنے۔" اُس نے کہا۔

ٹھیک ہے۔ میرا تو دن برباد ہو گیا۔ روی نے جواب دیا۔ "تم نے اپنی نوکری کھودی یہ خبر ذرا سخت ہے۔" وہ اپنے کام کے اوزار جمع کرکے بکسے میں رکھنے لگا۔

نہیں روی میں تمھیں اس جھگڑے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ "گولو نے اعتراض کیا۔

"ذرا مجھے روک کے دیکھ۔" جوتے چمکانے والے لڑکے نے شرارت سے اسے دھمکی دی "گولو میرے بھیا تو جہاں بھی جائے گا میں وہیں جاؤں گا۔ ورنہ تمھاری ماں مجھے نہیں بخشے گی"۔

روی نے اپنا بکسا قریب کے دوکان دار کے پاس رکھا اور گولو کے ساتھ پولیس کے صدر دفتر کی طرف چل پڑا۔

گیٹ پر کھڑے ہوئے سپاہی نے انھیں پہچان لیا اور بغیر کسی حیل و حجت کے انھیں اندر جانے دیا۔ چپراسی نے بھی اپنے اُس گھمنڈی رویّے کو چھوڑ دیا اور سیدھے انداز سے پیش آیا۔ اتفاق سے نانگیا صاحب اندر تھے اور فوراً ہی انھوں نے ان دونوں کو اندر بلوالیا۔ پولس کمشنر کو بتایا گیا کہ گولو کی نوکری کس طرح ختم ہو گئی اور یہ کہ اب وہ پولس کی مدد کرنے کو تیار ہے۔

"شاباش"۔ بڑے جوش سے نانگیا صاحب نے کہا۔ "ایک منٹ یہ اچھی خبر میں مائی ویل کو سنا دوں اور انھوں نے یہ خبر انٹر کام پر مائی ویل کو سنادی۔ پھر وہ دوبارہ لڑکوں سے مخاطب ہوئے۔

"میں نے تمھاری نوکری چلے جانے پر ہمدردی نہیں جتائی تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں ایک بے حس انسان ہوں۔ پہلے ہم تمھاری نوکری کا بدل تمھیں دیں گے گولو۔ اگر ہم نے یہ معرکہ کامیابی سے پورا کرلیا تو پھر ایک بہت اچھا انعام بھی تمھیں ملے گا۔ اس لیے تم کسی بھی طرح نقصان میں نہیں رہو گے۔"

مائی ویل صاحب اندر داخل ہوئے۔ لڑکوں کو خوش آمدید کہا اور کرسی پر بیٹھ گئے۔ "اگر کوئی

عام حالات ہوتے تو شاید میں کسی نابالغ سے مدد کے لیے درخواست نہ کرتا۔" نانگیا صاحب کہتے رہے۔ "مگر تمھارے معاملے میں یہ رعایت میں نے لی ہے صرف تم ہی ایسے ہو جس نے ہماری نظر میں اس شہر کے بدترین بدمعاش کا چہرا دیکھا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے سینکروں انسانوں کی زندگیوں کو برباد کیا ہے اور اتنی ہی اہم بات یہ ہے کہ جس ماحول سے تم اور تمھارا دوست روی واقف ہے یہ شخص اسی ماحول میں کام کر رہا ہے تم دونوں نے اپنی چھوٹی سی زندگیاں اُسی ماحول میں گزاری ہے۔ تم لوگ ان سڑکوں اُن گلی کوچوں سے ان دوکانوں اور ڈھابوں سے اچھی طرح واقفیت رکھتے ہو۔ تم لوگوں کے دوست اور شناسا اسی ماحول کے لوگ ہیں۔

کمشنر صاحب کے کہنے کا مطلب ہے اگر تمھیں اس بدمعاش کے پیچھے لگایا جائے گا تو تم ان کے بیچ الگ سے نظر نہیں آؤ گے۔ مائی ویل نے لقمہ دیا۔ کیوں کہ تم لوگ ان حالات اور ماحول میں اپنے آپ کو ڈھال سکتے ہو۔ اسی لیے تم پر شک کی گنجائش ذرا کم ہو جائے گی۔

گولو اور روی دونوں بہت زیادہ بھونچکے تھے۔ ان کی سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا تھا کہ دونوں پولس والے کیا بات کر رہے ہیں۔ ان کے چہرے پر بھونچکا پن دیکھ کر نانگیا صاحب مسکرائے اور کہا۔ "کیا کہتے ہو مائی ویل؟ میں جو کچھ بھی کہہ رہا ہوں وہ گھوڑے کے آگے گاڑی کھڑی کرنے کے برابر ہے۔ ہمیں چاہیے تھا کہ ان کو سب حالات بتا دیتے...... کیوں یہ ٹھیک نہیں کیا؟"

اِسمیک

مائی ویل صاحب نے پھر وضاحت شروع کی جس کی ابتدا ایک سوال سے ہوئی۔ " کیا تم جانتے ہو لڑکو! ڈرگس کیا ہوتی ہیں؟

روی اور گولو دونوں کو نشے کی دواؤں (ڈرگس) کے بارے میں موٹے طور پر کچھ اندازہ تھا مگر اتنا معلوم نہیں تھا کہ معقول جواب دیتے۔ اُن کی ہچکچاہٹ کو دیکھ کر مائی ویل نے خود ہی جواب بھی دے دیا۔

"دواؤں سے ہم یہ مطلب نکالتے ہیں کہ یہ وہ چیز ہوتی ہے جو بیماری کو ٹھیک کرنے کے لیے

استعمال ہوتی ہے۔ لیکن ایک طرح کی اور بھی نشیلی دوائیں ہوتی ہیں جو انسانی جسم کو بہت ہی زیادہ نقصان پہنچاتی ہیں۔"

"آپ کا مطلب ہے جیسے گانجایا بھانگ......؟" روی نے پوچھا۔

"یہ بھی......اور بھی بہت سی......ایک ایسی بھی چیز ہوتی ہے جو اگر انسانی جسم میں داخل کی جائے......خواہ کسی بھی طرح تو ہماری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو مفلوج کر کے ذہن کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ "......دونوں لڑکے سمجھ گئے کہ مانی ویل کے کہنے کا کیا مقصد ہے۔ کیوں کہ اُنھیں بڑی اچھی طرح سے یاد تھا وہ وقت جب ہولی کے موقع پر ان کو لڈوؤں میں بھنگ ملا کر دے دی گئی تھی جس کے نتیجے میں پورے جسم میں ایک خوف ناک سنسنی سی پھیل گئی تھی......اور ٹانگیں تو......پوری طرح بے قابو ہو گئی تھیں۔ یہ ایک بہت ہی برا تجربہ تھا اور پھر ان لڑکوں نے قسم کھائی تھی کہ اس طرح کی چیزیں کبھی چھوئیں گے تک نہیں۔

"گانجا اور بھنگ یہ دونوں نشے کی دواؤں کی ہلکی قسمیں ہیں"۔ مانی ویل صاحب کہتے رہے۔

"اور بھی ہیں جیسے افیون، چرس، کوکین، مارفیا، مینڈریکس۔ یہ سب برابر کی نقصان والی نشیلی دوائیں ہیں......شاید اس وقت سب سے زیادہ خطرناک نشے کی دوا سفید پاؤڈر ہے جسے ہیروئن کہتے ہیں۔ یہ خشخاش سے نکالی جاتی ہے۔

گولو اور روی دونوں کو ان باتوں کو سننے میں ذرا بھی دل چسپی نہیں تھی اور وہ چپ چاپ یہ سوچ رہے تھے کہ آخر یہ سب باتیں انھیں کیوں بتائی جا رہی ہیں۔ لیکن ان سب کے پیچھے کچھ نہ کچھ اہم معاملہ ہوگا ہی اور وہ صبر سے سنتے رہے۔ مانی ویل صاحب نشیلی دواؤں کے بارے میں بتاتے رہے......کچھ اس انداز میں جیسے گولو کے اسکول کے استادوں کا طریقہ تھا۔

"ایک آدمی جو ہیروئن جیسی نشے کی دوا جیسے ہی اپنے جسم میں داخل کرتا ہے۔ جلد ہی اس کا عادی ہو جاتا ہے اور جیسے جیسے اس کی عادت بڑھتی جاتی ہے اس کے جسم کو زیادہ اور زیادہ نشے کی خواہش ہونے لگتی ہے۔ کیوں کہ یہ دماغ کو مفلوج کر دیتی ہے۔ اس لیے دوسری جسمانی ضروریات کی خواہش جیسے کھانا وغیرہ کو وہ نشے باز محسوس نہیں کرتا۔ پھر وہ انسان دھیرے دھیرے دماغی اور جسمانی اعتبار سے بالکل ٹوٹ جاتا ہے اور پھر موت اس کا مقدر بن جاتی ہے۔"

"ہاں......" نانگیا صاحب نے کہا۔ "کسی نشے کے عادی انسان کی دنیا ایک لگاتار خواب کی طرح ہوتی ہے۔ حالاں کہ ہم پولس والوں کے لیے جو پریشانی کی بات ہے وہ یہ کہ بہت سے نشے

کے عادی لوگ غیر قانونی اور مجرمانہ حرکتیں کرنے لگتے ہیں۔ نشے کی دوا کے لیے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے اور نشے کا عادی ذہنی اور جسمانی طور پر کوئی کام کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اس لیے اُس کی کوئی مستقل آمدنی بھی نہیں ہوتی۔ پھر جب اس کا جسم نشے کی مانگ کرتا ہے تو اپنی اس لت کو پورا کرنے کے لیے وہ بھیک مانگ سکتا ہے، چوری کر سکتا ہے یا نشے کی دوا لینے کے لیے پیسے حاصل کرنے کے واسطے قتل بھی کر سکتا ہے۔ نشے کی لت میں پڑا ایک انسان اس طرح کے خوف ناک اور ظالمانہ فعل کر سکتا ہے۔ جو وہ اگر نشے کی لت میں نہ پڑا ہوتا تو کر ہی نہیں سکتا تھا۔"

"نشہ انسانیت کے لیے ایک لعنت ہے۔" مانی ویل صاحب نے کہا۔ "مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ زیادہ اور زیادہ لوگ خاص طور سے نوجوان اور طالبِ علم نشے کے عادی ہوتے جا رہے ہیں۔ بہت سے نابالغ بچے یہ نشہ اس لیے کرنے لگتے ہیں کیوں کہ ان کے ساتھی کر رہے ہیں یا دوسروں کو دکھانے کے لیے ہی سہی۔ زیادہ دن نہیں گزرتے کہ یہ نشہ ان پر حاوی ہو جاتا ہے اور وہ اس کے غلام ہو جاتے ہیں۔"

روی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "کوئی بھی نقصان دہ چیز کھانا وہ بھی صرف اس لیے کہ دکھاوا کرنا ہے یا اس لیے کہ آپ کے دوست کہہ رہے ہیں ایک بے وقوفی کی بات ہے۔"

"لیکن آپ ہمیں یہ سب کچھ کیوں بتا رہے ہیں؟" گولو کے ذہن میں جو بات آ رہی تھی اُسے اُس نے الفاظ کا جامہ پہنایا۔

"اس لیے کہ ناتگیا صاحب اور میں اس سماجی برائی کے خلاف لڑنے کے لیے اپنے آپ کو وقف کر چکے ہیں"۔ مانی ویل صاحب نے سمجھایا۔ "اور تم دونوں ہماری مدد کرنے جا رہے ہو...... ہمارا ملک ان نشے کی دواؤں کی درآمد کا ایک خاص مرکز بن گیا ہے۔ یہ نشے کی دوائیں افغانستان اور پاکستان کے 'گولڈن کریسین' کے علاقے سے اسمگل ہو کر ہندوستان کے راستے 'مغربی بازار' میں بھیجی جاتی ہیں۔ ان میں کچھ تعداد یہیں روک لی جاتی ہے تاکہ یہاں کی بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کیا جا سکے۔"

حال ہی میں ہماری سرکار نے ایک تنظیم (ایجنسی) بنائی ہے نشیلی دواؤں کی دھمکی سے لڑنے کے لیے۔ ناتگیا صاحب نے ٹکڑا لگایا۔ "اس کو مرکزی حکومت کا 'نارکوٹکس کنٹرول بیورو' کہا جاتا ہے۔ مانی ویل صاحب اس کے ایک اعلا افسر ہیں۔ ان نشیلی دواؤں (نارکوٹکس) کو بنانے والی معملوں (لیباریٹریوں) کا پتا لگا کر اُنھیں تباہ کرنا ان کا مخصوص کام ہے۔"

اس بات کو سمجھانے کے لیے وضاحت ضروری ہے لڑکو۔ مانی ویل صاحب نے بات آگے

بڑھائی۔ "دیکھو یہ نشے کی دوا جیسے ہیروئن کبھی بھی کسی نشہ کرنے والے کو خالص نہیں بیچی جاتی۔ ایک کلوگرام ہیروئن، ہندوستان میں لگ بھگ ایک لاکھ کی قیمت رکھتی ہے اور اس سے کہیں زیادہ مغرب میں۔ کوئی بھی نشے کا عادی انسان اس اونچی قیمت کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لیے یہ نشیلی دوائیں (نارکوٹکس) بیچنے والے لوگ ہیروئن کی مختصر مقدار میں شکر، گلوکوس یا پسی ہوئی چینی کا پاؤڈر ملا کر چھوٹی چھوٹی پریوں میں بیچتے ہیں۔ جہاں ان چیزوں کو ملایا جاتا ہے اُسے 'معمل' تجربہ گاہ یا لیباریٹری کہتے ہیں۔"

"ہاں موت بنانے والی لیباریٹری"۔ ناٹگیا صاحب نے سنگ دلی سے ٹکڑا لگایا۔

مانی ویل صاحب نے تائید میں گردن ہلائی اور کہا۔ "ہاں ایسا ہی ہے۔" حالاں کہ ہیروئن چاہے چھوٹی سی مقدار میں ہی ہو ایک عام ہندوستانی نشے باز کے لیے بہت مہنگی ہوتی ہے۔ اس لیے یہاں کے نارکوٹکس کا دھندا کرنے والے لوگوں نے ایک سستے قسم کی نشے کی دوا اپنی نام نہاد تجربہ گاہوں میں ایجاد کی ہے جسے 'اسمیک' کہتے ہیں۔"

"اسمیک......؟" روی اور گولو ایک ساتھ بول پڑے۔ کیا عجیب نام ہے......؟ ان دونوں نے اس کا نام کبھی نہیں سنا تھا۔

"ہاں اسمیک یا براؤن شوگر۔ جیسا کہ اسے اس نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ یہ ایک گھٹیا درجے کی ہیروئن ہوتی ہے۔ غیر قانونی طور پر پیدا کی گئی دیسی افیون کی ایک بدلی ہوئی قسم اور ہیروئن کے مقابلے بہت سستی۔ ہندوستان میں تمام نشے کی دواؤں میں اسمیک سب سے زیادہ خطرناک شئے ہے۔"

"اصل معاملے پر آؤ مانی ویل۔" کمشنر نے درخواست کی۔

"ٹھیک ہے۔ جیسا میں نے پہلے کہا کہ مجھے اس طرح کی غیر قانونی تجربہ گاہوں کو ڈھونڈ نکالنا اور تباہ کرنا ہے۔ یہی کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ میں نے پورے ہندوستان کا دورہ کیا ہے اور اس طرح کی کچھ اکائیوں کا پردہ فاش بھی کیا ہے۔ ہماری تحقیقات کے مطابق اب اسمیک بنانے والوں کی فہرست میں اس شہر کا اونچا مقام ہے۔ اس لیے مجھے یہاں کی پولس کی مدد کرنے کے لیے اور صحیح اقدامات کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔"

لڑکوں نے سب کچھ دھیان سے سنا۔ آخر کار اُن کی سمجھ میں آنے لگا کہ ان سب باتوں کو سنانے کے پیچھے کیا مقصد تھا۔

اُس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس شہر میں کہیں پر اسمیک بنانے کی معمل (تجربہ گاہ) ہے جہاں

بہت بڑی مقدار میں اسمیک بن رہی ہے۔ تنخواہ دار مخبروں نے اڑتی ہوئی خبریں ہم تک بھی پہنچائی ہیں کہ کچھ خفیہ کام کرنے والے لوگ اس کام میں مصروف ہیں اور ڈرگ گینگ 'اسے چلا رہا ہے۔

اسی کے ہاتھ میں یہ تجربہ گاہ بھی ہے اور تمام بازار پر بھی اسی کا قبضہ ہے۔ مگر اب تک اس آدمی کی نشان دہی یا اس کی تجربہ گاہ کی نشان دہی کرنے کی تمام کوششیں بے کار ثابت ہوئی ہیں۔"

"کیا وہ تصویر جو میں نے دیکھی تھی...... گولو کا چہرہ جوش سے تمتما گیا۔" کیا وہ اسی 'ڈرگ کنگ' کی تھی؟"

"ہمیں بھی یقین ہے......" مانی ویل صاحب نے جواب دیا۔ "اب تک تمھیں یقین ہو چکا ہو گا کہ امداد علی میر اہی کارندہ تھا۔ ایک بہادر اور کافی ذرائع رکھنے والا آدمی۔ ایک ایسا آدمی جوان ڈرگس کا دھندا کرنے والوں سے نفرت کرتا تھا۔ ہم نے اُسے اس دھندے کے جال میں گھس کر اُسے تباہ کرنے اور اُس کے پیچھے جو بھی آدمی ہے اُسے بے نقاب کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ وہ لگ بھگ کامیاب ہو گیا تھا مگر بدقسمتی سے وہ راز ہم تک نہ پہنچ پایا"۔

"یہ نقاب پوش دنیا(under world) غنڈوں سے بھری ہوئی ہے، نانگیا صاحب نے لقمہ دیا۔ بچے تعجب سے دیکھنے لگے۔ جس شدت سے وہ بولے تھے۔" لیکن یہ نشیلی دواؤں (نارکوٹکس) کا دھندا کرنے والے لوگ سب سے زیادہ گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ وہ تلچھٹ ہیں، وہ کوڑا ہیں جو انسانوں کی بدقسمتی پر تیزی سے پھلتے پھولتے ہیں۔ میں اپنی زندگی کا آدھا حصہ ان لوگوں پر ہاتھ ڈالنے اور پکڑنے میں گزار سکتا ہوں جو لوگ بدبختی پھیلانے والے اور موت کے سوداگر ہیں"۔

مانی ویل صاحب نے اس انداز میں کہا جیسے وہ درخواست کر رہے ہوں۔ "کوئی بھی مخبر یا وہ آدمی جو لوگوں کو پہچانتے ہیں اب تک ہمیں اس شخص کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں دے پایا ہے۔

وہ اپنے بنائے ہوئے خبیث جال میں ایک زہریلی مکڑی کی طرح آرام سے بیٹھا اپنے چاروں طرف پھیلے ہوئے لوگوں کو اپنے حساب سے قابو میں کر رہا ہے۔ اس کا کوئی بھی ماتحت اس کے بارے میں نہیں جانتا۔ وہ ان سب سے دوری بنائے رکھتا ہے۔ ہم لوگوں کو یہ احساس ہو چکا ہے کہ اپنے ہی کسی آدمی کو نشیلی دواؤں (نارکوٹکس) کے پھیلے ہوئے جال میں اتارنے

کے علاوہ اور کوئی چارہ اب ہمارے پاس نہیں ہے۔ گولو ہم چاہتے ہیں کہ ہم تمھیں اس جگہ بھیجیں جہاں پہلے امداد علی تھا۔"

گولو نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس تصویر کا چہرہ اس کے ذہن میں اُبھر آیا اور وہ اس پر جھپٹا۔ غیر ارادی طور پر وہ کانپنے لگا۔

مانی ویل صاحب نے گولو کے تاثرات کو بھانپ لیا اور اس کے خدشوں کو کم کرنے کے لیے کہا۔

"تمھیں امداد کے مقابلے فوقیت حاصل ہے۔ ایک لحاظ سے امداد باہر کا آدمی تھا۔ کیوں کہ وہ یہاں کا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ ایک تربیت یافتہ پولس والا تھا۔ اور ان بدمعاشوں کے پاس پولس کو پہچاننے کے معاملے میں چھٹی حس ہوتی ہے۔ مگر تم نوجوان دوست، بہت ہی آسانی سے ان لوگوں میں گھل مل سکتے ہو اور شبہہ سے بالاتر رہو گے۔ اس کے ساتھ ہی یہ تمھارا دوست روی تمھاری مدد کو ہر وقت تمھارے آس پاس رہے گا۔"

"ہم بھی دن میں چوبیسوں گھنٹے تمھاری نگرانی کراتے رہیں گے"۔ تانگیا صاحب نے بات ملائی۔ یہ بات صاف ظاہر تھی کہ کمشنر اور نشیلی دواؤں کے افسر، ان میں کسی کو بھی ایک چھوٹے سے گولو جیسے لڑکے کو اتنے مشکل کام پر لگانے میں کوئی خوشی نہیں تھی۔ گولو کو اتنا زیادہ حفاظت کا یقین دلا کر وہ خود اپنے ضمیر کو مطمئن کر رہے تھے۔

"تم اب بھی چاہو تو اس کام کو کرنے سے منع کر سکتے ہو"۔ مانی ویل صاحب نے گولو کی آنکھوں میں جھانکا۔ "ایک بات یاد رکھنا ہم تمھیں ایسی دواؤں کے دھندے کے باہری حصے تک ہی پہنچا سکتے ہیں۔ تم کو اُس کے اندر خود ہی گھسنا ہوگا۔ تمھارے لیے یہ بات بہت ہی اہم ہے کہ تم نے اس بدذات کا چہرہ دیکھا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تمھیں کہیں مل ہی جائے، تدبیر سے نہ سہی اتفاقاً ہی سہی، صرف اس وجہ سے ہم کو تمھاری ضرورت ہے۔ لیکن تم پوری طرح آزاد ہو۔ اگر چاہو تو اپنے آپ کو اس کام سے الگ ہٹا سکتے ہو۔ تم پر کوئی بندش نہیں ہے۔"

صرف لمحاتی طور پر گولو پس و پیش میں پڑا مگر پھر اس کا چہرہ فیصلہ کن انداز میں سخت ہوتا چلا گیا اور اس نے مضبوطی سے کہا۔ "میں کروں گا یہ کام...... پر یہ کام کروں گا کیسے۔ کیا آپ میری رہنمائی کریں گے جناب"۔

"ہاں میں تم دونوں سے اس سلسلے میں بعد میں بات کروں گا۔ مگر پہلے ہمیں گولو کے گھر والوں کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہے خاص طور پر اس کی چھوٹی بہن کے لیے"۔

"یہ مجھ پر چھوڑ دو مانی ویل۔" نانگیا صاحب نے کہا۔ انھوں نے فون اٹھا کر ملایا اور ڈاکٹر مہتا سے بات کرانے کے لیے کہا۔ ڈاکٹر سے کچھ دل لگی کی باتیں کر کے نانگیا صاحب نے فون پر کہا۔

ڈاکٹر مہتا مجھے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ میرے پاس ایک چھوٹی مریضہ ہے۔ اس کی دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ کیا آپ اُسے اور اس کی ماں کو کچھ دن کے لیے اپنے نرسنگ ہوم میں رکھ سکتے ہیں......؟"

کیوں نہیں نانگیا...... تم اسے کب لانا چاہتے ہو؟"

"آج تیسرے پہر کو ہی ... شکریہ ڈاکٹر۔" نانگیا صاحب نے فون رکھا اور گولو سے مخاطب ہوئے۔

"یہ میرے ایک دوست ہیں ڈاکٹر مہتا، جن کا اپنا ایک نرسنگ ہوم ہے۔ وہ تمھاری بیمار بہن کا خیال رکھیں گے۔ تمھاری ماں بھی اُسی کے ساتھ رہے گی۔ ہمارا ادارہ اُن کا پورا خرچ برداشت کرے گا۔"

گولو کے کندھوں سے ایک بوجھ اتر گیا۔ وہ ان لوگوں کے احسان کے بوجھ تلے دبتا چلا گیا۔ مجھے ان لوگوں کو ناکام نہیں ہونے دینا ہے۔ اس نے اپنے دل میں تہیہ کیا۔

"شکریہ جناب"۔ وہ بول اُٹھا۔

اب میں تمھیں سادی وردی والے پولس کے آدمی کے ساتھ گھر بھیج رہا ہوں۔ میں خود تمھیں لے کر تمھارے گھر جاتا۔ لیکن میں چاہتا ہوں باہر تم دونوں میرے ساتھ دکھائی نہ دو۔ گولو تم اپنی ماں کو ساری بات تفصیل سے بتا دینا اور جلدی سے تیار کروا دینا۔ یہ بات پھیلا دینا کہ تمھاری بہن پھر سے اچانک بیمار ہوئی ہے اور اُسے اسپتال لے جا رہے ہو۔ اس بہانے سے تمھاری ماں کو کام پر سے کچھ دن کی چھٹی مل جائے گی۔ میرا آدمی تم لوگوں کو اسپتال لے جائے گا۔ وہ تمھیں کچھ اور جگہوں پر بھی لے جائے گا۔ آج شام کو ہم پھر مل رہے ہیں تاکہ اپنے کام کا طریقہ کار طے کر لیں۔

کمشنر نے اپنے محافظ کمار کو بلایا جو ایک سخت جان سمجھ دار اور محتاط آدمی تھا۔ پھر اُسے ہدایات دیں۔

مانی ویل صاحب نے اور انھوں نے پھر اُنھیں رخصت کیا اور دہرایا کہ ہم پھر دوبارہ شام کو مل رہے ہیں۔

کمار پچھلے دروازے سے رومی اور گولو کو نکال لے گیا۔ ایک اسکوٹر کرائے پر لیا اور انکے گھر

لے کر چل دیا۔ اس کرائے کی بلڈنگ سے تھوڑی دور جس میں گولو رہتا تھا، کمار نے اسکوٹر چھوڑ دیا۔ اس سادی وردی والے پولس کے آدمی نے اسکوٹر کے پیسے ادا کر کے دونوں لڑکوں سے الگ الگ جانے کو کہا اور کہا کہ الگ الگ بلڈنگ میں داخل ہوں۔ وہ خود ان لوگوں کے پاس آدھے گھنٹے میں پہنچ جائے گا۔

اُمید کے مطابق گولو کو گھر پر صرف گیتا ملی۔ روی بھی جلد ہی آگیا اور پھر اسی جگہ چلا گیا، جہاں گولو کی ماں کام کرتی تھی۔ وہاں جاکر اس نے گولو کی ماں کو سب کچھ بتا دیا۔ وہ لمحہ بھر ضائع کیے بغیر آگئی۔ لگ بھگ اسی وقت کمار بھی وہاں پہنچ گیا۔ اس کے ماتھے پر بے چینی اور اُلجھن کی لکیریں صاف عیاں تھیں...... ماں کو حالات بتا دیے گئے۔ گولو نے اسے یہ بھی بتایا کہ اسے کس طرح کام سے نکالا گیا۔ پھر اس کا پولس کو مدد دینے کا فیصلہ اور کمشنر صاحب کی پیش کش۔

ماں کو کوئی جھجک نہیں ہوئی۔ انھوں نے بنواری لال کو ضروری باتیں بتائیں۔ اُس سے کہا کہ پڑوسیوں کو بتا دے کہ گیتا بیمار ہو گئی ہے اور اسی کے ذریعے کام کی جگہ پر وہاں کے فورمین کو بھی اطلاع کروا دی۔ پھر گیتا اور ماں نے اپنا مختصر سامان باندھا اور سب چل دیے۔

ڈیڑھ گھنٹے بعد ایک تانگے میں بیٹھ کر وہ لوگ ڈاکٹر مہتہ کے اسپتال پہنچ گئے۔ دیر اس لیے ہو گئی تھی کیوں کہ سڑک کے کنارے ایک ڈھابے میں رک کر ان لوگوں نے کھانا کھایا تھا۔ ڈاکٹر مہتہ ان لوگوں کو فوراً اپنے ساتھ ایک شاندار اور خوب صورت کمرے میں لے گئے۔ میز پر پھول رکھے تھے اور بستر پر سفید چادر اور رنگ برنگے پردے لٹکے تھے اور ان سے خوشبو آرہی تھی۔ گولو کا دل خوشی اور تشکر کے جذبے سے سرشار ہو گیا جب اس نے بہن کو بستر پر لیٹتے ہوئے دیکھا تھا۔ ڈاکٹر مہتہ نے نرسوں کو کچھ ہدایات دیں۔

"ہم آپ کی ماں کے لیے ایک الگ سے پلنگ ڈال دیں گے۔" اس اچھے ڈاکٹر نے گولو سے کہا۔ ہم آپ کی بہن کے سارے پیچیدہ ٹیسٹ کریں گے۔ لیکن نوجوان گھبرانا نہیں تمھاری بہن بالکل ٹھیک اور بھلی چنگی ہو جائے گی"۔

جلد ہی وہ ماں اور بہن سے رخصت ہوا۔ وہاں کوئی جذباتی رونے دھونے والی رخصتی نہیں تھی۔ اس کی ماں نے گولو سے کہا تھا کہ اپنا خیال رکھے اور اگر پولس اجازت دے تو وہ ان سے ملنے آجایا کرے۔ پھر وہ مڑ گئی۔ شاید اس ڈر سے کہ کہیں اس کا بیٹا اس کی آنکھوں میں خوف اور تجسس کو نہ پڑھ لے۔ روی اور گولو کمار کے ساتھ دھیرے دھیرے نرسنگ ہوم سے دور ہوتے چلے گئے۔

ایک بار پھر کمار نے تانگا کیا۔ لڑکوں نے اس بات کو محسوس کرلیا تھا کہ اُن کا محافظ مستقل سواریاں بدل بدل کر چل رہا ہے۔ شاید یہ کمار کی احتیاطی تدبیریں تھیں۔ اس نے تانگے والے سے ایک بہت زیادہ آبادی والے علاقے کی طرف چلنے کو کہا۔ تانگہ آخر کار چلتے چلتے ایک کمزور سی دو منزلہ عمارت کے پاس رک گیا۔

"یہ بھی ایک طرح کی ڈاکٹر کی دوکان جیسا ہی دواخانہ ہے"۔ کمار نے تانگے کا کرایہ ادا کرنے کے بعد کہا۔ "مگر اس سے مختلف جیسا ہم ابھی چھوڑ کر آئے ہیں۔"

گولو اور روی کو تو وقت ہی نہیں مل رہا تھا کہ یہ سوچتے کہ تانگیا صاحب نے انھیں یہاں اس ناگوار سی جگہ پر کیوں بھیجا ہے۔ عمارت تو ایسی لگتی تھی کہ کسی بھی لمحے گر پڑے گی۔ اندر اندھیرا بھی تھا اور سیلن بھی۔ بہت سی جگہ دیواروں پر پلاسٹر پھول گیا تھا اور اُدھڑ گیا تھا جس کے نیچے سے اینٹیں نظر آرہی تھیں۔

سرنگ نما برآمدے کے آخر میں ایک بوڑھا ملا جس کی کمر جھکی ہوئی تھی۔ اس نے اپنی عینک کے پیچھے سے جھانک کر ان تینوں کو دیکھا اور سختی سے کہا۔ "اوہ تو آخر آپ لوگ آگئے ؟" ابھی کمار ان دونوں لڑکوں کا تعارف کرانے ہی لگا تھا کہ اُس آدمی نے ہاتھ اٹھا کر پہلے ہی روک دیا۔ "میں نہیں جاننا چاہتا آپ لوگ کون ہیں۔ میں تانگیا کی مدد کر رہا ہوں لیکن میں وجوہات جاننے میں دل چسپی نہیں رکھتا"۔ وہ بچوں کی طرف مڑا "آؤ" اُس نے اختصار سے کام لیا اور کمرے میں لے چلا۔

یہ ایک چھوٹا کمرہ تھا۔ ایک لکڑی کے پلنگ کے علاوہ اور کچھ بھی اس کمرے میں نہ تھا۔ اُس کمرے میں کوئی کھڑکی نہیں تھی اور چھت کے قریب مضبوطی سے سلاخوں کو لگایا گیا تھا۔ دیواروں پر کچھ نہیں لگا تھا۔ چھت میں اونچائی پر ایک بلب تھا جس سے کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ یہ بلب اتنا اونچا تھا کہ سیڑھی لگا کر ہی اس تک پہنچا جاسکتا تھا۔ اس کمرے کی ہولناکی، سادگی اور خالی پن دیکھ کر ایک جیل کے کمرے کا احساس ہوتا تھا۔

ایک بوڑھا آدمی پلنگ پر تشنج کی حالت میں پڑا تھا۔ اُس کے بال کھچڑی تھے اور داڑھی بھی خشخشی تھی۔ آدمی کا جسم ضرورت سے زیادہ پتلا اور بے جان سا تھا۔ کھال ہڈیوں سے چپکی ہوئی تھی۔ لڑکوں کے خوف میں اضافہ ہوا جب اُنھیں پتا چلا کہ اس کے ہاتھ پیر پلنگ سے بندھے ہوئے تھے۔ وہ دبلا پتلا جسم اُن تسموں سے، جن کے ساتھ وہ بندھا تھا زبردستی زور آزمائی کر رہا تھا۔ آنکھیں مضبوطی سے بند تھیں اور ماتھے پر پسینے کے قطرے تھے۔

اس آدمی نے ان لوگوں کی موجودگی کو محسوس کرلیا اور آنکھیں کھولیں......اُس کی آنکھوں میں ویرانی اور درد کے آثار نمایاں تھے۔ خلا میں گھورتے ہوئے اس نے اپنے خشک ہونٹ کھولے اور گڑگڑانے لگا۔ "اوہ خدا......اب میں اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا......مار دو......میں بھیک مانگتا ہوں مجھے مار دو"۔ اچانک اُس آدمی کے جسم میں مروڑے اٹھنے لگے اور وہ زور سے سسکنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر گالوں پر ہوتے ہوئے اُس کے منہ سے نکل رہے تھوک میں ملنے لگے۔

ان کا محافظ اُن لڑکوں کو باہر لے گیا۔ لڑکوں کو باہر برآمدے میں آکر بڑا سکون ملا۔

"یہ ایک اسمیک کا شکار ہے"۔ بوڑھے آدمی نے صاف صاف بتایا۔ "تم کیا سمجھتے ہو اس کی کیا عمر ہوگی؟"

روی نے اظہار خیال کیا......یہی کوئی پچاس کے اوپر۔

"صرف پچیس سال......ذرا سوچو" اس بوڑھے آدمی نے کہا...... "اور لگتا ہے پچاس سال کا......یہ بدبخت دوائیں تمھیں کیا نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ مگر یہ قسمت والا ہے۔ ہم ابھی بھی اسے ٹھیک کر سکتے ہیں......اور دوسرے اتنے خوش قسمت نہیں ہوتے"...... گولو نے سوچا......یہ کس قسم کی شیطانی چیز ہوتی ہے۔ نشہ بھی، کہ پچیس سال کے نوجوان آدمی کو ایک پچاس سال کا بوڑھا بنادیا۔ گولو کے بوڑھے ساتھی نے اسے قسمت والا کہا تھا......زندہ لاش اور وہ بھی قسمت والا۔

دو مریض ان لوگوں کو اور دکھائے گئے۔ دونوں میں دوا کے اثر سے آخری حدوں کے آثار نمایاں تھے۔ لڑکوں کو متلی سی ہونے لگی۔ لیکن ان کی اذیت ختم نہیں ہوئی۔ وہ داڑھی والا آدمی اُن کو ایک اور کمرے میں لے گیا۔ وہ کمرے بھی ویسے ہی تھے جیسے پہلے والے۔ دیواریں ننگی اور نیم اندھیرا۔

کمرے کے اندر جو آدمی تھا وہ بڑی مشکل سے ایک انسان نظر آتا تھا۔ اس کی کھال کا رنگ پیلا تھا اور زرد رنگ کے گوشت پر اُبھری ہوئی نسیں بڑی بے ڈھنگی نظر آرہی تھیں۔ وہ ایک کونے میں دبکا بیٹھا تھا اور آنے والوں کو دیکھ کر آنکھوں پر اپنے ہاتھ رکھ لیے۔

"چوہے، چوہے"۔ وہ منمنایا۔ "لاکھوں کی تعداد میں میرے جسم پر رینگ رہے ہیں۔ میرا گوشت نوچ رہے ہیں۔ ارے بچاؤ۔ خدا کے لیے بچاؤ"۔

گولو اب اور برداشت نہیں کر پایا۔ وہ مڑا اور کمرے سے باہر بھاگا۔ باہر آ کر وہ برآمدے کے ایک کونے میں کھڑا ہو کر کانپنے لگا۔ وہ پیلا پڑ گیا تھا۔ جلدی ہی روی، کمار اور وہ کمر جھکا بوڑھا اس کے پاس آ گئے۔ اس سنکی بوڑھے نے بغیر ہمدردی جتائے گولو سے کہا۔ "تم بیمار لگتے ہو لڑکے"۔ کافی کچھ دیکھ لیا۔ آخری آدمی تو بس جا رہا ہے۔ اس کا دماغ اس قدر خراب ہو چکا ہے کہ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ بس ایک دو مہینے جی سکتا ہے۔ بالکل جانور نظر آتا ہے نا؟ بس تمھیں یہ بتانا تھا اسمیک انسان پر کیا اثر کرتی ہے"۔

دونوں لڑکے اس قدر بدحواس ہو چکے تھے کہ بول ہی نہیں پا رہے تھے۔ ان کے خوف اور نفرت کو دیکھتے ہوئے اس کا لہجہ کچھ نرم ہو گیا۔ "آؤ"۔ اس نے کہا۔ مائی ویل مجھ سے چاہتا تھا کہ میں تمھیں دکھاؤں کہ ہیروئن اور اسمیک کیا ہوتی ہے۔

برآمدے کے آخری کنارے پر ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کا دروازہ بہت مضبوط تھا۔ بوڑھے آدمی نے دروازہ کھولا اور اشارے سے انھیں اندر بلایا۔

یہ ایک دفتر نما اسٹور تھا۔ ایک الماری میں دواؤں کی بوتلیں رکھی تھیں ایک چھوٹی چھوٹی اسٹیل کی سیف ایک دیوار میں لگی ہوئی تھی۔ اس بوڑھے آدمی نے سیف کھولی اور اس میں سے دو پولیتھین کی تھیلیاں نکالیں۔ ایک میں کچھ سفوف تھا۔ بالکل برف کی طرح سفید اور دوسری میں کچھ بھورے رنگ میں، پیلا پن لیے رقیق مادّہ بھرا ہوا تھا۔ "یہ سفید سفوف ہیروئن ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ ہے نا؟ مگر قاتل ہے اور ایسی ہی یہ پیلا پن لیے بھورا مادّہ اسمیک۔ کیا اسے چکھنا چاہو گے۔ اس بوڑھے آدمی نے وہ پیکٹ ان لڑکوں کی طرف بڑھائے۔

گولو کو ایسا لگا جیسے زہریلا سانپ پکڑا دیا گیا ہو۔ اس بدمزاج بوڑھے نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "کیا تم اس بات پر تعجب کر رہے ہو کہ یہ سب یہاں کیوں ہے۔ مائی ویل سے پوچھنا وہ تمھیں سب کچھ بتا دے گا۔ ہا۔ ہا۔ ہا۔

کمار کو یقین ہو گیا تھا کہ لڑکوں کے لیے یہ کافی ہو چکا۔ ان کے چہرے بتا رہے تھے کہ کتنے خطرناک تجربات ہوئے ہیں انھیں۔ اس نے جلدی سے اس بوڑھے سے اجازت لی اور لڑکوں کو باہر کھلے میں لے آیا۔ سڑک پر آنے کے بعد گولو نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی کھوئی توانائی واپس لانے کی کوشش کی۔ کمار نے اب ایک اور میپیا اسکوٹر روکا اور لڑکوں کو واپس پولس کے صدر دفتر لے گیا۔

"ہاں وہ ایک ڈاکٹر کی کلینک ہے جو نشہ بازوں کو نشے سے نجات دلانے کے لیے ہے"۔ ناگیا صاحب نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم ڈاکٹر مانٹے سے ملے تھے جو وہ کلینک چلاتے ہیں"۔

"آپ کا مطلب ہے وہ کھوسٹ بوڑھا"۔ روی نے پوچھا۔

"وہ ڈاکٹر مانٹے تھوڑا چڑچڑا ضرور ہے۔ مان لیا۔ لیکن وہ ان چند اعلا ظرف لوگوں میں سے ایک ہے جن سے میں مل چکا ہوں۔ اس نے اس نشے کے خلاف لڑنے کے لیے اپنی خاصی منافع بخش پریکٹس چھوڑ دی۔ بہت معمولی معاوضے پر اس کلینک کو چلاتا ہے۔ وہ ایک عظیم آدمی ہے۔

مانی ویل صاحب، گولو، روی اور خود ناگیا صاحب۔ یہ سب لوگ کمشنر کے دفتر میں بیٹھے تھے۔ لڑکے اس بے حیثیت عمارت میں ہوئے اپنے تجربوں کا ذکر کر رہے تھے۔ ان کی باتیں سن کر ناگیا صاحب نے انھیں تفصیل بتائی۔ "لیکن جناب وہ تو وہاں بہت سی ہیروئن اور اسمیک رکھتا ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کیا یہ قانون کے خلاف نہیں ہے"؟

"نہیں روی ہرگز نہیں۔ نارکوٹکس کے افسر نے صفائی دی۔ "دیکھو وہ جو تم نے نشے کی دوائیں ڈاکٹر مانٹے کی تحویل میں دیکھی ہیں وہ تو ان نشے کے عادی لوگوں کو ٹھیک کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ اگر کسی نشے کے عادی انسان سے نشہ ایک دم چھڑا دیا جائے تو وہ یا تو بالکل پاگل ہو جائے گا یا مر جائے گا۔ ایسے مریض کو ٹھیک کرنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اسے لگاتار گھٹتی ہوئی مقدار میں یہ نشے کی دوا دیتے رہو۔ ایسا اس وقت تک کیا جاتا ہے جب تک وہ بغیر نشے کے رہنے کا عادی نہ ہو جائے۔ میں نے تمھیں اس کلینک میں اس لیے بھیجا تھا کہ تمھیں معلوم ہو سکے کہ یہ نشہ انسان کو کیا سے کیا بنا دیتا ہے"۔ ناگیا صاحب نے کہا۔ "دیکھو گولو میں یہ نہیں چاہتا کہ تم ہماری مدد اس لیے کرو کہ تمھاری نوکری ختم ہو گئی یا تمھاری بہن کے علاج کے سلسلے میں مدد کی گئی ہے بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم کو ان لوگوں پر غصہ آئے اور ان لوگوں سے نفرت کرو جو ان دواؤں کے ذریعے دھیرے دھیرے مصیبت اور موت کو بیچ رہے ہیں"۔ "آپ اس میں کامیاب ہو گئے ہیں جناب"۔

گولو نے نرمی سے جواب دیا۔ اگر اس تصویر میں نظر آنے والا آدمی اس شہر میں کہیں ہے تو ہم اسے آپ کے لیے ضرور تلاش کریں گے"۔

"شاباش" مانی ویل صاحب نے پُر جوش انداز میں کہا۔ اب اپنا طریقِ کار تیار کریں۔

مجھے شہروں میں ان نشہ بیچنے والوں کے جو طریقہ کار ہوتے ہیں، ان کی کافی پرکھ ہے۔ یہ بھی ان سے الگ نہیں ہے۔ اس طرح کا جو نشے کے بڑے کاروباری ہوتے ہیں، جہاں بچہ لیے کافی

ہوتے ہیں نشہ بنانے والے اور گاہک کے درمیان۔ اس دائرے کے ٹھیک بیچ میں ہوتی ہے اسمیک بنانے کی لیبار یٹری جس کے مالک کا پتا نہیں چلا اب تک۔ وہ اپنا تمام تیار مال ایک ہی تھوک بیوپاری کو دیتا ہے جو بعد میں اس دوا کو چھوٹے چھوٹے تھوک بیوپاریوں کو بیچ دیتا ہے۔ کیا اب تک جو میں نے بتایا وہ تمھاری سمجھ میں آیا لڑکو؟"

دونوں نوجوان لڑکوں نے اثبات میں گردن ہلائی۔

بہت عمدہ......اب یہ چھوٹے تھوک بیوپاری اپنے یقین کے خردہ فروشوں کو دیتے ہیں۔ یہ لوگ سیدھے سیدھے ان دواؤں کو نشے بازوں کو نہیں بیچتے بلکہ یہ لوگ بچولیوں کا استعمال کرتے ہیں جیسے ڈھابے والے۔ پان والے، پھیری والے وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح سے یہ دوا نشے بازوں کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ اصل میں یہ نشہ کچھ خاص پھیری والے پارکوں میں، سنیما گھروں میں یا بڑے بازاروں میں بیچتے ہیں"۔

دونوں لڑکے مائی ویل صاحب کی تفصیلات کو بڑے غور سے سن رہے تھے۔

یہ بہت ہی سخت انتظامات ہیں، اس میں گھسنا آسان نہیں ہے، بہت مشکل ہے۔ گلیوں میں بیچنے والوں کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بڑا پھکر بیچنے والا کون ہے۔ چھوٹے پھکر مال کے بیچنے والے کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بڑا تھوک کا بیوپاری کون ہے۔ ہر سیڑھی پر ہرکاروں کے ذریعے کام ہوتا ہے ان ہرکاروں کی وجہ سے الگ الگ لوگوں کو پہچاننا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ ہر دو شخص کے بیچ میں ایک بچولیا رکھتا ہے یعنی بڑے سے لے کر چھوٹے تک ہر ایک کے بیچ میں ایک بچولیا ہوتا ہے۔

بہت چالاک ہیں یہ لوگ۔ گولو نے دل میں سوچا اور وہ سرغنہ......وہ تو ان سب سے زیادہ چالاک ہے۔ صرف ایک آدمی کو معلوم ہے کہ وہ کون ہے۔ وہ بڑا تھوک بیوپاری،

"ہمیں کچھ پھکر بیچنے والوں کی اور کچھ پھیری والوں کی جانکاری ہے"۔ مائی ویل کہتے رہے۔ مگر ان کے خلاف اس وقت کچھ کرنا بے معنی ہے کیوں کہ وہ تو ایک بڑی مشین کے چھوٹے چھوٹے پرزے ہیں۔ ہم انھیں جب ہی پکڑیں گے جب ہم اس قابل ہو جائیں کہ پورے کا پورا گروہ تباہ کر سکیں۔ گولو میرا پلان ہے کہ میں تمھیں ان چھوٹے پھکر بیچنے والوں میں سے ایک کے پاس دھوکے سے پہنچا دوں"۔

مگر کیسے جناب؟" گولو کچھ الجھا ہوا تھا۔

مائی ویل صاحب نے کہا۔ ہماری خوش بختی ہے کہ یہ چھوٹے پھکر بیچنے والے عام طور پر

ہرکاروں کا کام نوعمر لڑکوں سے لیتے ہیں۔ ان نوعمر لڑکوں میں سے زیادہ تر یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ کیا لے جا رہے ہیں۔ تم کو ایسا ہی ایک چکر بیچنے والا کرائے پر رکھے گا جس کے لیے تم ہرکارے کا کام کروگے۔

"ایسے ہی"۔ گولو نے شک والے انداز میں پوچھا۔

"نہیں ہمیں اس کے لیے ماحول بنانا پڑے گا۔ میری نظر ایک چکر بیچنے والے پر ہے۔ چالاک آدمی ہے۔ شاید کسی طرح کا ڈاکٹر ہے۔ گھریلو دواؤں کا استعمال کرتا ہے اور اپنے کلینک کا استعمال پردے کے طور پر کرتا ہے۔ اس کے پاس ایک نوعمر ہرکارہ ہے۔ میں ایسے حالات پیدا کرتا ہوں کہ وہ ہرکارہ بالا ہی بالا غائب ہو جائے تب گولو کو وہاں آسانی سے موقع مل جائے گا۔

"اور میرے لیے؟" روی نے سوال کیا۔

"تمھیں اپنے لیے وہی کام کرنا ہوگا۔ تم پرواہ مت کرو۔" تانگیا صاحب بولے، "میں نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کا پلان بنایا ہے۔ مانی ویل صاحب کہتے رہے۔ گولو تمھیں یاد ہیں وہ بدمعاش جو کل رات تمھیں ہوٹل میں ملے تھے؟ میں ان ہی میں سے ایک کو استعمال کرکے اس چکر نشہ بیچنے والے کے پاس کام دلوانا چاہتا ہوں۔

یہ لاجواب ہوگا۔" ہے نا؟"

مگر مانی ویل کی گفتگو کو ٹیلی فون کی غصے بھری چیخ نے روک دیا۔ تانگیا صاحب نے فون اٹھا کر بات کی اور اُن کا چہرہ اتر گیا۔

"انھوں نے امداد علی کو تلاش کر لیا۔" فون رکھ کر انھوں نے دوسروں کو بتایا۔ "امداد مر چکا ہے۔ قتل کر دیا گیا۔"

دواخانہ

بڑے شہر کے درمیانی سیکشن میں چھوٹے پولس اسٹیشن ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا افسر انچارج ایک بے چین طبیعت کا انسان تھا۔ اس کے ماتحت جو علاقہ تھا وہ بہت زیادہ آبادی والا اور بھیڑ بھاڑ والا تھا۔ دوسرے علاقوں کے مقابلے زیادہ جرائم ہوتے تھے، زیادہ تر جو چھوٹے جرم کرنے والے ہوتے تھے جیسے جیب کترے، اُچکے، نقب زن وغیرہ۔

اس صبح وہاں کی حوالات میں صرف ایک ہی مہمان تھا۔ وہ آدمی پچھلی رات ہی اٹھوایا گیا تھا اور اس کے احکامات صدر دفتر سے آئے تھے۔ اُس آدمی نے شور مچا کر اپنی گرفتاری کے خلاف احتجاج کیا تھا اور قریب دو گھنٹے تک پکڑنے والوں کو دھمکیاں اور گالیاں دیتا رہا تھا۔ مگر یہ دیکھ کر کہ اس کے غصّے کا اثر ان پولس والوں پر کچھ بھی نہیں ہو رہا ہے اور وہ تھک بھی گیا تھا۔ آخر کار چپ ہو کر لوہے کے بنے دیوار سے لگے ایک تخت پر سکڑ سکڑا کر لیٹ رہا اور وہیں سلاخوں کے پیچھے پڑا پڑا سو گیا۔ صبح کے نو بجے کے کچھ بعد ایک پولیس کا سپاہی تھانے میں ایک نو عمر لڑکے کو گلے کے کالر سے پکڑے گھسیٹتا ہوا اندر داخل ہوا۔ لڑکا زور زور سے رو رہا تھا۔ اس کے بال الجھے ہوئے تھے اور اس کے چہرے پر نیل کے نشان تھے جیسے اس کو مارا پیٹا گیا ہو۔

"ایک اُچکّا"۔ کانسٹبل نے اپنے بڑے افسر کو سمجھایا۔ اس کو رنگے ہاتھوں پکڑا ہے جب یہ ایک عورت کا پرس چھین کر بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بھیڑ نے ذرا ٹھکائی کر دی ہے۔"

"ٹھیک کیا"۔ افسر انچارج نے کہا۔ ارے بدمعاش کیا نام ہے تیرا؟

اس نو عمر لڑکے نے ہکلا کر کہا۔ "گولو۔"

"افسر انچارج نے اس کا نام لکھنے، عمر، گھر کا پتا اور پرس چھیننے کی واردات کی تفصیل لکھنے کا ڈراما کیا پھر طنزیہ انداز میں بولا۔ "اسے مہمان خانے میں رکھو"۔

ڈیوٹی پر تعینات سپاہی نے سلاخوں والا دروازہ کھولا اور گولو کو بے دردی سے اندر دھکیل دیا۔

" صاحب صاحب"۔ گولو سلاخوں کے پیچھے سے التجا والے انداز میں بولا۔ کچھ کھانے کو تو دو، میں بھوک سے مر رہا ہوں صاحب۔ تین دن سے کچھ نہیں کھایا ہے۔

"ہا"۔ افسر انچارج نتھنوں سے آواز نکال کر بولا۔ تو کیا سمجھتا ہے یہ کیا جگہ ہے؟۔ کیا یہ ایک پانچ ستارہ ہوٹل ہے؟ "اگر تو اتنا ہی بھوکا ہے تو اپنی قمیض کھالے"۔

یہ سب ایک ڈراما تھا کوئی پرس چھیننے کا واقعہ ہوا نہیں تھا۔ گولو کے چہرے پر جو پٹائی کے نشان تھے، وہ پولس کے فن کار کا کام تھا۔ پولس کانسٹبل کی وردی میں اور کوئی نہیں کمار تھا اور افسر انچارج کو سب معلوم تھا۔ جہاں تک گولو کے بھوکے پیٹ ہونے کا سوال تھا تو اس نے اس دکھاوٹی گرفتاری سے پہلے ہی مانی ویل صاحب کے ساتھ بیٹھ کر پسندیدہ ناشتہ کر لیا تھا۔

جس آدمی کو دکھانے کے لیے یہ سب کچھ کیا گیا تھا وہ چبوترے پر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔
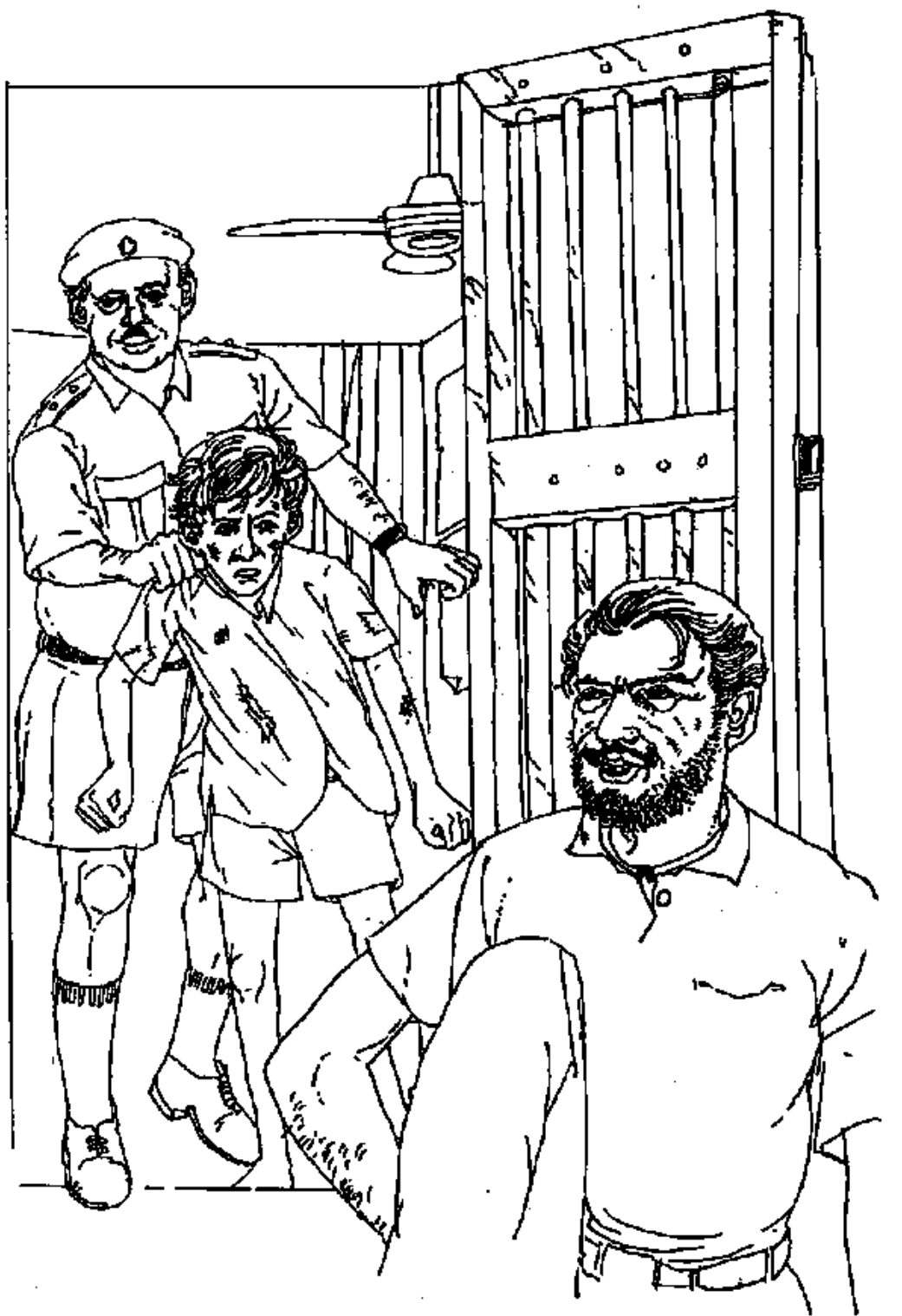
"تم...... گولو نے جیسے ہی اس کا چہرہ دیکھا وہ چلایا اور غصّے کی شدت میں چیختے ہوئے اس نے اُچھل کر اپنے آپ کو اُس آدمی پر گرادیا اور گھونسہ بنا کر اس آدمی کے چہرے پر جڑ دیا۔ حالاں کہ وہ آدمی سڑک چھاپ تھا اور اس طرح کی لڑائیوں کا آدمی تھا پھر بھی تعجب سے دیکھتے ہوئے اس نے اپنے آپ کو تھوڑا پیچھے کیا۔ گولو کو کلائیوں سے پکڑا اور نیچے گرادیا اور جب تک گرائے رکھا جب تک ایک کانسٹبل نے اندر آکر اس لڑکے کو اس آدمی سے دور نہیں کر دیا۔

"اے لڑکے ہوش میں رہو"۔ کانسٹبل نے سختی سے اسے جھڑکا۔

"صاحب"۔ گولو نے روتے ہوئے فریاد کی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گر رہے تھے۔ اس آدمی کی وجہ سے تین دن پہلے میری نوکری چلی گئی اور جب ہی سے میں نے کچھ نہیں کھایا ہے۔ یہ اس آدمی کی وجہ ہے کہ میں آج ایک چور بن گیا ہوں"۔

ہاں کاکا تمھیں اس بارے میں کچھ کہنا ہے؟ پولس والے نے اپنے کولھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس آدمی سے پوچھا۔

کاکا کی آنکھوں میں پہچان لینے کی ایک چمک سی اُبھری۔ "واپس جاؤ"۔ اس نے اندر سے پولس والے سے کہا۔ "میں اس سے بات کرلوں گا"۔

کانسٹبل چلا گیا۔ دروازہ زور کی آواز سے بند ہوا اور تالا لگا دیا گیا۔ "ارے تم ہی اس ڈھابے میں کام کرنے والے لڑکے ہو جس سے ہم پچھلی رات ملے تھے۔ میں نے تم کو بالکل نہیں پہچانا تھا۔ تم بھوک سے مر رہے تو ٹھیک ہی ہے تم کو اس بات کی سزا ملی کہ تم ہمیں دھوکا دینا چاہتے تھے"۔

گولو نے کچھ کہا تو نہیں مگر زور سے زمین پر پاؤں مار کر کاکا کی توہین کرنے کی کوشش کی۔

"لیکن تم مجھے پسند آئے لڑکے۔ تم میں جرأت ہے، کیا بتاؤں۔ میں تمھیں کام دلوادوں گا۔ جیسے ہی تم اس خرافات سے نکلتے ہو، تم میرے پاس آنا لڑکے اور میں تمھارے لیے کام ڈھونڈوں گا جس سے تمھیں اچھی آمدنی ہوگی"۔

اب گولو کے چہرے کے توہین آمیز اثرات بدل گئے تھے اور ان کی جگہ تعجب نے لے لی تھی۔ اس کی آواز بھی بدلی ہوئی تھی۔ جب اس نے بے تابی سے پوچھا۔ "کیا یہ سچ ہے صاحب؟ کیا آپ واقعی مجھے کام دلوادیں گے"۔

گولو کی آواز میں چاپلوسی کی جھلک دیکھ کر کاکا اس طرح پھول گیا جیسے امریکہ کا بڑا مینڈک

پھولتا ہے۔ ہاں لڑکے میں تمھیں کام دلوا سکتا ہوں۔ تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ میرے بڑے بڑے دوست ہیں جو خاص اور اہم لوگ ہیں"۔

"لیکن صاحب آپ تو یہاں خود اس حوالات میں ہیں۔ مان لیجیے اگر یہ لوگ آپ کو لمبے عرصے کے لیے جیل بھیج دیں تو پھر مجھے کام کیسے ملے گا؟"

"نہیں..... پرواہ مت کرو، لڑکے ..... میں جیل نہیں جاؤں گا۔ میں کچھ ہی گھنٹوں میں باہر آجاؤں گا۔ میرے کچھ بہت اہم دوست ہیں تم دیکھنا"۔

کاکا کے جملے سچے ثابت ہوئے۔ دوپہر سے پہلے ہی افسر انچارج نے سلاخوں والا دروازہ کھولا اور کاکا سے کہا کہ وہ آزاد ہے، جا سکتا ہے۔ "ابھی ہمارے پاس پکے ثبوت نہیں ہیں کہ تم کو جکڑ سکیں"۔ افسر انچارج نے کہا۔ لیکن میرا یقین کر کاکا ہم تجھے ایک نہ ایک دن دھر ہی لیں گے۔

بھلا وہ کون سا دن ہوگا۔ کاکا نے باہر نکلتے ہوئے بناوٹی چھینک لگائی۔

"چل تو بھی بھاگ"۔ افسر انچارج گولو کی طرف دیکھ کر غرایا۔ تو بہت قسمت والا ہے۔ جس عورت کا پرس تو نے چھینا تھا اس نے تیرے خلاف کچھ کرنے سے منع کر دیا ہے۔ لیکن اگر تو مجھے اس حوالات میں دوبارہ دکھائی دیا تو تیری زندگی تنگ کر دوں گا۔ سنا تو نے"۔

افسر انچارج نے گولو کو آنکھ ماری اور گولو نے بھی افسر کو آنکھ مار کر جواب دیا اور حوالات سے باہر نکل آیا۔ تھانے کے صدر دروازے سے باہر نکلتے ہی وہ کاکا کے پیروں پر گر گیا۔

"صاحب آپ یقیناً بہت طاقت ور آدمی ہیں"۔ وہ تھانے سے دور جاتے رہے اور گولو کہتا رہا اس کی آواز میں تعریف کرنے کی آمیزش تھی"۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ باہر ہو جائیں گے اور آپ باہر آگئے۔

ارے یہ چھٹ بھیئے پولس والے کاکا کو اندر نہیں رکھ سکتے۔ تم نے دیکھا میرے کچھ اہم دوست ہیں۔ کاکا اکڑ کر چل رہا تھا۔

"صاحب وہ کام...... مجھے کب تک دلوادیں گے۔ گولو نے اپنی آواز میں یہ انداز بناتے ہوئے کہ جیسے وہ کاکا کا مشکور نظر ہے، پوچھا۔

"ابھی ابھی اگر تم چاہو تو۔ میرا ایک شناسا ہے جس کو تمھارے جیسے لڑکے کی فوری ضرورت ہے۔ لیکن ایک شرط پر۔ تم کو اپنے ہونٹ ایک دم ہی کر رکھنے ہوں گے، اگر تم کو نوکری

چاہیے"۔

"ارے شکریہ صاحب۔ میں گونگا، بہرا اور اندھا بھی بن جاؤں گا، اگر آپ چاہتے ہیں تو"۔

اور صاحب کیا مجھے کھانا کھلا سکتے ہیں۔ میں بھوک سے بے جان ہوا جارہا ہوں"۔

"آ بچے میرے ساتھ آ۔ کاکا نے کہا اور گولو کو ایک ریستوراں میں لے گیا اور دونوں کے لیے چھولے پوری لانے کا حکم دیا۔ کھانا کھاتے میں گولو مستقل کاکا کی چاپلوسی کرتا رہا اور بتاتا رہا کہ کاکا کتنا اچھا اور خوب صورت آدمی ہے۔ اس نے پوچھا۔ "کیا وہ ہندوستان کے صدر جمہوریہ کو جانتا ہے"۔ دوسرے معنوں میں وہ غنڈے کی انا کو تسکین پہنچا رہا تھا۔ ایسا کرنے کو مانی ویل صاحب نے ہی کہا تھا۔

نارکوٹکس کے افسر نے اپنے سارے منصوبے سوچ سمجھ کر بنائے تھے۔ گولو کو بالکل بھی تعجب نہ ہوا۔ جب وہ کھانے کے بعد اسے ایک ڈسپنسری میں لے گیا۔ باہر جو بورڈ لگا تھا، اس پر جلی حروف میں لکھا تھا۔ "پال کا دواخانہ"۔

دواخانے کا بیرونی کمرہ جس میں ڈاکٹر پال بیٹھا تھا، بینچوں سے بھرا ہوا تھا جو ادھر ادھر پڑی تھیں۔ الماریوں میں دواؤں کی شیشیاں بھری تھیں۔ ایک چھوٹے قد کا موٹا سا گنجے سر والا اور اعصابی مزاج کا آدمی اس کمرے میں بیٹھا تھا۔ وہ کاکا کو اندر آتے دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور سر کے اشارے سے سلام کیا۔

"تمھیں ایک ہرکارہ چاہیے تھا نہ پال"۔ کاکا نے بغیر تمہید کے پوچھا۔

"ہاں جو میرے ساتھ کام کر رہا تھا وہ غائب ہو گیا۔ خدا جانے کہاں۔ ایسا نہیں کہ میں اس کا خیال نہیں رکھتا تھا"۔

"ٹھیک ہے اسے رکھو"۔ کاکا نے گولو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ ایک ہونہار لڑکا ہے۔ یہ جانتا ہے کہ کب اسے منہ بند رکھنا چاہیے"۔

"کیا اعتبار کے قابل ہے۔ کیا تم اس کے ضامن ہو؟"

"پوری زندگی کا ضامن ہوں"۔ کاکا نے یقین دلایا۔ "اس کو بھی وہی دینا جو پچھلے لڑکے کو دیتے تھے۔ اگر کوئی خطرے والا کام ہو تو الگ سے کمیشن بھی دینا"۔ ٹھیک ہے گولو۔ اب مجھے جانا چاہیے"۔

کاکا نے جاتے وقت پال کے سلام کا جواب دیا اور گولو کا پُر جوش شکریہ قبول کرتا ہوا چلا گیا۔ وہ اپنی اہمیت کی وجہ سے اتنا اکڑا ہوا تھا کہ اس نے دواخانے کے ٹھیک سامنے سڑک کے دوسری طرف اس جوتا پالش کرنے والے لڑکے پر غور ہی نہ کیا جو اپنے روایتی انداز میں جما بیٹھا تھا۔ لیکن روی نے اسے دیکھ لیا تھا اور اس نے انداز اور اطوار ذہن نشین کر لیے تھے۔ اس کا یہی کام تھا کہ جو بھی اس دواخانے میں آئے، اس کا چہرہ مہرہ یاد کر لے۔

پال کو دواؤں کا کچھ کچھ علم تو ضرور تھا۔ باقی کی دوپہر گزرتے گزرتے گولو نے یہ بات جان لی۔ کچھ مریض ایسے بھی آئے جو ایک، ایک دو، دو کی تعداد میں ہوتے تھے۔ پال اُن کی پریشانی سن کر ان کو دوائیں بھی دیتا تھا۔ لیکن مریض اتنے نہیں تھے کہ ان سے اتنی آمدنی ہو جاتی کہ پال سونے کی پالش کی ہوئی چین کی گھڑی باندھ سکتا۔ یہ جو اس کے پیروں میں قیمتی جوتے تھے، انھیں پہن سکتا۔ یہ بات یقینی تھی کہ پال کی آمدنی کسی دوسرے ذریعے سے بھی ہوتی تھی۔

یہ امید کرنا کہ صرف کاکا کے کہنے پر ہی گولو کو پال کے یہاں نوکری مل جائے گی اور کچھ پوچھ تاچھ نہیں ہوگی ذرا زیادہ توقع کرنا ہوگا۔ کچھ دیر بعد تحقیقات شروع ہوئی۔ تمھارے گھر والے ہیں لڑکے؟

گولو کی کہانی پہلے ہی سے تیار تھی۔ اس نے کہا "نہیں وہ ایک یتیم لڑکا ہے، جس کا کوئی گھر والا نہیں ہے۔ اس سے پہلے وہ ایک ڈھابے میں کام کرتا تھا۔ محنت بہت تھی اور تنخواہ بہت کم"۔

تم کاکا سے کہاں ملے"۔

پولس حراست میں۔ گولو نے سچ سچ بتادیا۔ پال نے بھنویں چڑھائیں اور پوچھا۔ "کیا جرم کیا تھا؟"

"میں نے آسانی سے کچھ پیسے بنانے کی کوشش کی تھی"۔ گولو نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔ پال مسکرایا۔ "ٹھیک ہے تم میرے ساتھ رہ سکتے ہو۔ میں گھریلو دواؤں کا کام کرتا ہوں۔ میں تمھارے ذریعے دواؤں کو لوگوں تک پہنچاؤں گا۔ اس کے علاوہ تم میرے ماتحت کی حیثیت سے یہاں کام کرتے رہوگے۔ رات کو پیچھے والے کمرے میں سو جایا کرنا۔ مگر کھانا تمھیں سڑک کے دوسری طرف وہ سامنے والے ڈھابے میں کھانا ہوگا۔ میں تم پر اتنا بھروسہ نہیں کر سکتا کہ تم یہاں اسٹور رکھو۔

بعد میں شام کے جھٹپٹے کے وقت وہ فربہ ڈاکٹر اچانک کھڑا ہوا اور باہری دروازہ بند کر کے چٹخنی لگادی۔ ایک الماری کے پاس جاکر اس کا نچلا دراز کھولا اور اس میں سے ایک بندھا ہوا پیکٹ نکال کر میز تک لایا۔ جب اُس نے اس کے کاغذ پھاڑے تو درجنوں کے حساب سے پوٹلیاں چھوٹے چھوٹے پیکٹ نکل کر میز پر پھیل گئے۔ ہر تھیلی میں بھورا پن لیے ہوئے پیلا پاؤڈر تھا۔ اِدھر گولو حیران حیران سا یہ سب دیکھ رہا تھا اور اُدھر پال اُن پیکٹوں کو گن رہا تھا اور پانچ حصوں میں بانٹ رہا تھا اور دوبارہ پانچ پیکٹ باندھ رہا تھا۔ اسنے یہ پیکٹ کپڑے کے ایک تھیلے میں رکھے جس میں لمبا تسمہ تھا جو کندھے پر پڑ سکتا تھا۔ وہ تھیلا اس نے گولو کو دے دیا اور ساتھ ہی چمڑے کا ایک چھوٹا سا بیگ بھی دیا۔

"آؤ۔ وہ بھونکا اور دواخانے سے نکل گیا۔ باہر نکل کر مڑا اور دروازے کو باہر سے تالا لگایا۔ ایک دو پہیہ اسکوٹر باہر کھڑا تھا۔ پال نے اسے اسٹارٹ کیا اور گولو کو اُس پر پیچھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ فٹ پاتھ پر دوسری طرف سے روی بیٹھا یہ سب دیکھ رہا تھا کہ اس کا دوست اسکوٹر پر بیٹھ کر جارہا ہے۔ اس کو ہدایات تھیں کہ وہ وہیں رُکے اور وہ ایسا ہی کر رہا تھا۔ وہ چاہ کر بھی پیچھا نہیں کر سکتا تھا۔ کیوں کہ اُس کے پاس کوئی سواری نہیں تھی۔

مگر دو آدمی جو ڈھابے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے اور باتیں کر رہے تھے۔ روی کی طرح معذور نہ تھے کمار اور اس کا ساتھی دونوں سادے کپڑوں میں جلدی میں پاس کھڑے چھپا اسکوٹر پر سوار ہوئے اور چل دیے۔ کمار نے گاڑی کا اسٹیرنگ سنبھالا اور اس کا ساتھی پیچھے بیٹھ گیا۔ یہ چھپا اسکوٹر دو پہیہ اسکوٹر کے پیچھے چیختا چنگھاڑتا ہوا چل دیا اور اس بات کا خیال رکھا کہ اگلا اسکوٹر نظروں سے دور نہ ہو جائے اور اس بات کا بھی خیال تھا کہ وہ اتنے نزدیک بھی نہ چلے جائیں کہ پہچانے جائیں۔

پال کا اسکوٹر شام کی اس بے ہنگم بھیڑ کو چیرتا اپنا راستہ بناتا ایک بہت بڑی عمارت کے دروازے پر آکر رُک گیا۔ گولو کو وہ جگہ اچھی طرح معلوم تھی۔ یہ ریل کا اسٹیشن تھا۔

دیکھو کیا وہ ہاتھ کی گاڑی ڈھکیلنے والا پھیری والا نظر آرہا ہے؟ پال نے گولو سے پوچھا۔

"ہاں......"

اپنے تھیلے میں سے ایک پیکٹ نکال کر اُسے دے آ۔ میری طرف سے اُسے پوچھ لینا اور کہنا کہ

اس کے لیے پچاس نسخے بھیجے ہیں۔وہ تمھیں روپے دے دے گا۔انھیں تم اپنے چمڑے والے تھیلے میں رکھ کر میرے پاس لے آؤ۔

گولو ہاتھ میں تھیلا لیے گاڑی والے کے پاس گیا اور پیکٹ اُسے تھما دیے۔ آپا پال کو تیا لڑکا مل گیا۔

اس آدمی نے ایک موٹا لفافہ نکالا اور ساتھ ہی بے ہنگم سے دانت بھی نکال دیے۔ گولو نے وہ لفافہ اپنے چمڑے کے تھیلے میں رکھا اور پال کے پاس آگیا۔

"اس آدمی کو اور اس جگہ کو یاد رکھو" پال نے پھر سے سفر شروع کرتے ہوئے کہا۔

دوسرا اڈہ نزدیک ہی تھا۔ایک چھوٹی سی پان بیڑی سگریٹ کی دوکان گولو نے اپنی حکمت عملی سے دوسرا پیکٹ اسے تھما دیا تو اس طرح پال کے پاس اپنی دواؤں کو نکالنے کے بہت اچھے ذرائع ہیں۔ انھوں نے تین اور منزلیں طے کیں۔ ایک اور پھیری والا۔ایک دواؤں کی دوکان اور ایک چھوٹا ہوٹل"۔پانچوں پیکٹ بانٹ دیے گئے۔پال گولو کو بازار لے گیا اور ایک سستا سا بستر، صابن، دانت مانجنے کا پاؤڈر اور دوسری ضروری اشیا دلوائیں۔ پھر وہ واپس اپنی راہ چل پڑے اور ڈسپنسری پہنچ گئے۔

وہ نیلا اسکوٹر سارے راستے اُن کا پیچھا کرتا رہا اور واپس اس جگہ آگیا، جہاں سے گیا تھا۔ سڑک کے آخری چھتے کے پاس۔پھر وہ تھوڑی دوری پر سڑک کے کنارے پنچتی بان کے پاس رک گئے۔ کمار اور اس ساتھی نیچے اترے اور ڈھابے میں چلے گئے۔

یہ بڑھیا کام کیا تم نے پال نے اپنے نئے ہرکارے کو شاباشی دی۔

کیا تمھیں یاد ہے کہ تم نے کن کن کو آج یہ دوائیں پہنچائی ہیں۔

"بالکل" گولو نے جواب دیا اگر آپ چاہیں تو میں ان کے نام لکھ کر اپنے پاس لسٹ رکھ لوں"۔ ہا۔ کیا تم پڑھ لکھے ہو؟" پال کے لہجے میں کچھ شک کی آمیزش تھی ہاں تھوڑا سا، گولو نے اپنی غلطی کا احساس کرتے ہی اسے سمجھانے کے لیے جلدی سے کہا۔ "میری ماں مجھے گھر پر پڑھاتی تھی جب وہ زندہ تھی۔

ایسا لگا پال کو اس کے جواب سے تسلی ہو گئی ہو۔ "کسی چیز کو لکھ کر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر انھیں اپنے ذہن میں رکھو۔اگلی بار سے تمھیں یہ سامان خود اکیلے ہی ان لوگوں تک پہنچانا ہے۔اب آؤ۔وہاں ڈھابے پر چل کر تمھارے کھانے کا بندوبست بھی کر دوں"۔

जय
माता
दी

روی اپنی جگہ پر تھا۔ مگر گولو نے اسے یکسر ہی نظر انداز کر دیا۔ گولو نے ڈھابے میں کمار کو بھی دیکھ لیا تھا لیکن کوئی ردِ عمل نہیں دکھایا۔ پال نے ڈھابے کے مالک کو ہدایات دیں۔ پیشگی پیسے دیے اور گولو کے ساتھ واپس دواخانے میں آ گیا۔

میری اجازت کے بغیر اس جگہ سے باہر مت نکلنا۔ صرف کھانے کے لیے جا سکتے ہو۔ جب میں یہاں پر نہ ہوں تو دروازہ اندر سے بند رکھنا۔

اب میں تمھیں یہاں کا سب کام سونپ رہا ہوں۔ کوئی چال بازی نہیں کرنا۔ سمجھے؟"

ان ہدایات کے ساتھ پال چلا گیا۔ گولو نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ سوچا۔ ایک اچھا آدمی ہے اگر یہ آدمی اسمیک بیچنے والا نہ ہوتا تو میں اپنے کو اس جیسا ہی بنانا پسند کرتا۔!

جب اُس کو یہ یقین ہو گیا کہ اب راستہ صاف ہے تو وہ تیزی سے دواخانے سے نکلا اور روی کے پاس دوڑ گیا۔

اب تم گھر جا سکتے ہو روی۔ اب آج رات کوئی اور کام نہیں ہونے والا"۔

"ہاتھ تیرے کی"۔ روی نے غصّے سے کہا۔ جوتے پالش کرنے کے لیے کیا جگہ ہے۔ سارے دن میں صرف ایک جوڑی جوتے پالش کیے ہیں۔ وہ بھی کمار صاحب کے"۔

کھسیانی ہنسی ہنس کر اس نے گولو کے شانے کو تھپتھپایا اور "کل ملیں گے" کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔ گولو کو اپنے دوست کے ساتھ ڈھابے میں بیٹھ کر رات کا کھانا کھانے میں زیادہ مزہ آتا مگر وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ ان دونوں کو کسی بھی قیمت پر ساتھ نہیں دیکھا جانا چاہیے تھا۔

وہ ڈھابے میں گیا اور ایک ایسی میز پر بیٹھ گیا جو اُن دونوں پولس والوں کے نزدیک تھی پھر اس نے بہت دھیمے سے کہا۔ اس بات کا بھی خیال رکھا کہ ان کی طرف نہ دیکھے۔

وہ چلا گیا ہے کوئی اور حکم؟"

سونے سے پہلے اس جگہ کی اچھی طرح تلاشی لے لینا" اگر کچھ مشکوک چیز نظر آئے تو کل رپورٹ کرنا۔ کیا تمھارے پاس ٹارچ ہے"۔

گولو نے دھیرے سے منع کیا۔ میز کے نیچے سے کمار نے ایک ٹارچ اسے دی پھر وہ دونوں سادی وردی والے چلے گئے۔ ایک لڑکا کھانے کا سامان لے آیا اور گولو کے آگے کھانا رکھ دیا۔

آدھے گھنٹے بعد گولو اپنے بڑے کمرے (دواخانے) میں تھا۔ اُس نے دروازہ اندر سے بند کیا اور تیزی سے باہری کمرے کی تلاشی لینے لگا۔ ہر اُس دوا کی بوتل کی تلاشی لی جس پر سیل نہیں تھی۔ وہ ان میں رکھی چیزوں کو دیکھ رہا تھا مگر ذرا سا زبان پر رکھ کر چکھنے کے بعد گولو کو یقین ہو گیا کہ یہ وہ چینی ملا سفوف نہیں ہے۔ اس نے بیچ میں رکھے ڈیسک کی بھی تلاشی لی اور الماری کی درازیں بھی دیکھی مگر کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس پر شک ہوتا۔

پچھلے کمرے میں اور زیادہ دوائیں تھیں مگر ایسی کوئی بھی چیز نہیں تھی جو اسمیک یا ہیروئن سے ذرا بھی میل کھاتی ہو۔ پچھلا دروازہ ایک چھوٹے سے صحن ہی میں کھلتا تھا جس میں پانی کا نل اور پاخانہ تھا۔ اپنی ٹارچ کی مدد سے گولو نے اس خالی صحن کی بھی تلاشی لے ڈالی مگر کوئی بھی مشکوک چیز ہاتھ نہ لگی۔

ہمارے پال صاحب بہت چوکنا خریدار ہیں۔ گولو نے اپنے آپ دل میں سوچا۔

جیسے ہی نشے کی دوائیں آتی ہیں فوراً ہی ٹھکانے لگا دیتا ہے۔ اپنے دواخانے میں کوئی ثبوت نہیں چھوڑتا ہے۔

اگر نشیلی دواؤں والے چھاپہ ماریں تو اس جگہ کو اتنا ہی صاف ستھرا پائیں گے جتنا ایک نہایا ہوا چھوٹا سا بچہ ہوتا ہے۔

گولو نے اپنے کندھے اُچکائے......زمین پر اپنا بستر بچھایا اور سو گیا۔

پولس کے صدر دفاتر میں ٹانگیا صاحب اور ربانی ویل صاحب بیٹھے امداد کی موت پر بات چیت کر رہے تھے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آ گئی تھی جس سے پتا چلا تھا کہ امداد کی موت ضرورت سے زیادہ ہیروئن کی مقدار جسم میں جانے سے ہوئی ہے۔

کتنی افسوس ناک موت ہے وہ جو نشے سے نفرت کرتا تھا اور نشہ بیچنے والوں سے بھی اُس کی اس طرح کی موت واقعی افسوس ناک ہے یہ مانی ویل کا تبصرہ تھا۔

مگر فون کی آواز میں اس نشیلی دواؤں کے افسر کی آواز دبتی چلی گئی۔ ٹانگیا صاحب نے فون اٹھایا یا یہ کمار تھا جو اپنی رپورٹ دے رہا تھا۔

یتیم کو گود لے لیا ہے۔ کمار کو پیچیدہ پُر اسرار انداز میں بولنے کا شوق تھا۔ اب وہ اپنے اعلیٰ افسروں کو مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کا نقلی باپ اس کو پانچ جگہ لے گیا۔ وہ سب

جگہیں ہمیں پہلے سے معلوم ہیں۔ اس کے علاوہ اور کچھ بتانے کے لیے نہیں ہے جناب۔"

"اپنے جملوں میں سے پُر اسرار الفاظ کو نکالو کمار"۔ تانگیا صاحب فون کے رسیور میں گرجے۔

"جی ہاں جناب ضرور جناب"۔ کمار نے جلدی جلدی کہا۔ ہمارا لڑکا اب دواخانے کے اندر ہے دو رات کو وہیں سوئے گا۔ آپ کی اجازت چاہیے کہ رات بھر کے لیے اب اس کی نگرانی چھوڑ دی جائے۔ ہم پھر کل صبح وہاں پہنچ جائیں گے۔

"ٹھیک ہے جاؤ۔ شب بخیر۔"

"شب بخیر جناب۔"

"اور سنو کمار۔"

"جی جناب؟"

"اگر تمہارے اس یتیم لڑکے کو کچھ نقصان پہنچا تو میں تم کو ذاتی طور پر اس کا ذمہ دار ٹھہراؤں گا۔ سمجھ گئے؟"

جی ہاں یقیناً جناب۔"

"ٹھیک ہے"۔ کہہ کر تانگیا صاحب نے فون رکھ دیا۔

رات کے لٹیرے

بغیر کسی خاص واقعہ کے دو دن اور بیت گئے۔ گولو، پال کے دواخانے میں رہتا تھا۔ کبھی کبھی دوا خانے کی صفائی کرتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی خاص کام اس کے پاس نہ تھا۔ ان دنوں میں اُسے ہرکارے کا کام بھی نہیں ملا تھا۔

روی اپنی مخصوص جگہ بیٹھتا تھا۔ اس کی نظر پال کے دواخانے پر رہتی تھی۔ وقت کے گزرنے

کے ساتھ ساتھ اس کی توجہ زیادہ بڑھتی جارہی تھی۔ وہ جگہ کسی بھی طرح جوتے پر پالش کرنے والے کے بیٹھنے کے لیے موزوں نہیں تھی۔ لڑکے کو تعجب ہو رہا تھا کہ کسی نے اس کے اس جگہ بیٹھنے کا نوٹس نہیں لیا تھا۔

کمار اور اس کا ساتھی چھپا اسکوٹر کے ڈرائیور اور سواری ہونے کا سوانگ اب بھی کر رہے تھے۔ وہ لوگ بھی بے چین تھے۔ اگر جلد ہی کچھ نہیں ہوتا تو انھیں کوئی دوسرا طریقہ نکالنا ہوگا، اس سے پہلے کہ کسی کو اُن پر شک ہو۔

صدر دفتر میں بیٹھے ناتگیا صاحب اور مائی ویل سوچ رہے تھے کہ گولو کو اس موت کے منہ میں بھیجنا کارآمد بھی ہے یا نہیں۔

چوتھی صبح کچھ تبدیلیاں نمایاں ہونی شروع ہوئیں۔ صبح دس بجے پال جو کل شام سے بے چین اور پریشان تھا، اُس نے گولو سے کہا۔ مجھے تعجب ہے لڑکے کہ دواؤں کا نیا اسٹاک اب تک کیوں نہیں آیا۔ آؤ لڑکے ہمیں ذخیرہ رکھنے والے کے پاس جاکر اپنے اسٹاک کے بارے میں پتہ کرنا ہوگا"۔

وہ باہر آئے اور پال نے اسکوٹر اسٹارٹ کرنے میں کچھ ٹائم لیا۔ گولو کو یہ دیکھ کر تشویش ہوئی کہ پال کی نظریں مستقل پیچھے دیکھنے والے شیشے پر لگی ہیں۔ پھر ڈاکٹر نے گردن ہلائی جیسے خود کو تسلی دے رہا ہو کہ سب ٹھیک ہے۔ کک مار کر اسکوٹر اسٹارٹ کیا اور گولو کو پیچھے بٹھا کر دھیرے دھیرے چل دیا۔

بالکل ایسا لگا جیسے کسی کا اشارہ ملتے ہی دو شخص تیزی سے نکل کر اس چھپے اسکوٹر پر بیٹھ کر تیزی سے پیچھے لگ گئے جو کافی دیر سے کھڑا تھا۔ پیچھا کافی فاصلے سے کیا جارہا تھا۔

گولو نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ "پال نے بغیر اپنا سر گھمائے کہا۔ مجھے لگتا ہے کہ شاید ہمارا پیچھا کیا جارہا ہے"۔

گولو کا دل ڈوبنے لگا۔ اچھا نشہ فروش اب مخدوش ہو چلا تھا کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک نہیں ہے۔

پیچھا ہو رہا ہے؟ اس نے تعجب بھرے انداز میں پوچھنے کی کوشش کی۔ "کس سلسلے میں "...... خدا

جانے...... لیکن انھیں چوکنا کرنے کی ضرورت نہیں ہے لڑکے۔ میں جانتا ہوں کہ کس طرح ان لوگوں کو راستے سے بھٹکایا جائے"۔

صدر بازار کی ایک بھیڑ بھری سڑک پر وہ داخل ہوئے۔ گولو چوں کہ شہر کے راستوں سے واقف تھا اس لیے فوراً راستہ پہچان گیا اور جگہوں کو یاد کرتا گیا۔ اس کا پرانا ہوٹل راج ہنس جہاں وہ پہلے کام کرتا تھا وہاں سے دور نہیں تھا۔ ایک جگہ جیسے ہی گاڑیاں لال بتی پر رکیں، پال نے اسکوٹر کے مڑنے کی آسانی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ٹریفک کے بیچ میں ہی اسکوٹر کو موڑ لیا اور ایک ڈبل بس کے آگے لے جا کر اس طرح کھڑا کیا کہ پیچھے آنے والوں کو دکھائی نہ دے۔ جیسے ہی ٹریفک چلا پال نے اپنے اسکوٹر کو ڈبل بس کے سائے میں رکھا تاکہ پیچھے آنے والوں کو دکھائی نہ دے اور پھر اچانک باہری سڑک کی طرف مڑ گیا۔ رفتار بڑھائی اور ساتھ والی سڑک پر ہو لیا۔ پیچھے آنے والوں کو نظر ہی نہیں آیا۔

اس نے پیچھے دیکھا اور گوگڑایا۔ جب اس کو کوئی بھی پیچھے آتا ہوا نہیں دکھائی دیا۔ پھر ایک گلی سے دوسری اور ایک سڑک سے دوسری سڑک پر ہوتا ہوا چلتا گیا اور آخر کار ایک بڑی عمارت کے سامنے رک گیا۔ اس عمارت کی بناوٹ ایک مال گودام جیسی تھی۔ پوری عمارت کے چاروں طرف ایک اونچی دیوار تھی۔ اندر جانے کا صرف ایک ہی راستہ تھا دروازہ۔ اس دروازے کے اوپر ایک نام کا بورڈ لگا تھا۔ جس پر لکھا تھا ایلائیڈ کیمیائی کمپنی۔

دروازے پر کھڑا دربان شاید پال کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اُس نے ہاتھ ہلا کر پال کو اندر جانے کی اجازت دے دی۔ پال نے اسکوٹر کو عمارت کے اندر والے چوک میں کھڑا کیا۔ گولو کو اسکوٹر کے پاس کھڑے رہنے کی اور اس کا انتظار کرنے کی ہدایت دے کر خود اندر چلا گیا۔ مگر گولو نے وہیں کھڑے رہنے میں ہی قناعت نہیں کی۔ جیسے ہی پال نظروں سے اوجھل ہوا گولو اس کے پیچھے چل دیا بالکل مٹرگشتی والے انداز میں اور چاروں طرف بے تعلقانہ نظر ڈالتا ہوا چلتا رہا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس عمارت نے اس کا دل جیت لیا ہو۔

عمارت کا اگلا حصہ ایک آفس کا بلاک تھا جب کہ بڑا حصہ الگ ہونے کے باوجود ایک بڑے دروازے کے ذریعے جڑا تھا اور یہ حصہ فیکٹری تھی۔ جیسے ہی کیمیائی بو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی ایک شبہ نے اسے روک لیا کیا یہیں اسمیک بنانے کی لیبارٹری ہو سکتی ہے جو ہمیں دھوکا دینے کے لیے اس طرح کی بنائی گئی ہے؟

گولو کو کچھ اور دیکھنے یا گھومنے کا وقت ہی نہیں ملا کیوں کہ آفس کا دروازہ کھلا اور پال کے ساتھ ایک دبلا پتلا اور لمبا سا آدمی باہر آیا۔ "پال تمھیں یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لمبا آدمی کہہ رہا تھا۔ جیسے ہی ہمارے پاس کھیپ آئے گی ہم تمھارے پاس مال خود بھیج دیں گے"۔

"ٹھیک ہے موہن جی۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو پریشان کیا۔ میں زیادہ اُتاؤلا ہو گیا تھا۔ آپ سمجھ سکتے ہیں۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" موہن نے حامی بھری۔ میں خود پریشان ہوں کہ کسی وجہ سے مال کی آمد رک گئی ہے۔ میں آج رات ہی کو اس کا پتہ لگانے کی کوشش کروں گا۔

موہن نام کے اس آدمی نے رخصتی سلام کیا اور پال مڑ کر تیزی سے باہری دروازے سے نکل گیا۔ جب اُس نے دیکھا گولو دروازے سے باہر آرہا تھا۔ پال کی بھنویں تن گئیں۔

میرا خیال ہے کہ میں نے تمھیں اسکوٹر کے پاس ہی رکنے کے لیے کہا تھا۔ پال نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا"۔

"معاف کیجیے صاحب......" گولو نے ندامت آمیز انداز میں کہا۔ بس یہ دیکھنے اندر چلا گیا تھا کہ فیکٹری کیسی ہوتی ہے۔ اس میں کوئی خاص نقصان تو نہیں ہے جناب......؟

پال نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنا اسکوٹر اسٹارٹ کیا گولو کو پیچھے بیٹھنے کو کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ پھر وہ لوگ واپس کلینک پہنچ گئے۔ گلی کے موڑ پر ہی گولو نے وہ پہیا اسکوٹر کھڑا ہوا دیکھ لیا۔ پال کا سراغ کھو دینے کے بعد اور ان کے ساتھی نے یہی مناسب سمجھا کہ واپس آکر اُس جگہ پر نظر رکھیں جہاں سے گئے تھے۔

شام کو کوئی خاص واقعہ رونما نہیں ہوا۔ روزمرّہ کے کچھ مریض آئے اور پال نے ان کو دوائیں دے دیں۔ شام کا جھٹپٹا ہونے پر پال نے گولو سے کہا کہ جاکر باہر دیکھے کہ وہ پہیہ اسکوٹر کھڑا ہے، اندر واپس آیا تو پال کے ہاتھ میں ایک چاقو تھا۔

مجھے یقین تھا کہ وہ ہوگا۔ کچھ گولو سے اور کچھ اپنے آپ سے پال نے کہا۔ ان کو سبق سکھانا ہوگا۔ گولو میں چاہتا ہوں کہ تو چاقو لے کر اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسکوٹر کے پاس جا

اور چپکے سے اس کے پہیے میں چاقو گھسا دے۔ میں تجھے بونس کے طور پر دس روپے دوں گا اگر یہ کام ٹھیک طرح ہوشیاری سے کر دیا۔

گولو کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس نے پال سے چاقو لے لیا اور باہر نکل کر سیدھا چمپیا اسکوٹر کی طرف گیا۔ جھکنا اور ٹائر میں سے ہوا نکالنا بس چند لمحوں کی بات تھی۔ ہلکی سی آواز ہوئی جیسے سانپ پھنکار رہے ہوں اور ٹائر کی ہوا نکلتی چلی گئی۔

پال بہت خوش ہوا۔ اس نے گولو کو دس روپے دیے اور چلا گیا۔ جب وہ اپنا اسکوٹر اسٹارٹ کر رہا تھا تو اس کی نظر اُس چمپیا اسکوٹر پر تھی۔ جب اس نے اپنا اسکوٹر ہلکے سے چلایا تب بھی کوئی باہر نکل کر اُس چمپیا اسکوٹر تک نہیں آیا۔

اس کا مطلب ہے کہ جب گولو اس کے ساتھ ہوتا ہے تب ہی اُس کا پیچھا کیا جاتا ہے۔ شک کے بیج جو پورے دن اس کے ذہن میں رہے تھے اب دھیرے دھیرے یقین میں بدلتے جا رہے تھے۔

کہیں سات کا گھنٹہ بجا اور گولو باہر آکر روی کی طرف لپکا۔ وہ جوتے پالش کرنے والا لڑکا کافی پہلے اپنا سامان سمیٹ چکا تھا اور ایک دوکان کے سامنے ٹہل رہا تھا۔

گولو نے مختصر طور پر صبح کا اُس کیمیائی لیباریٹری میں جانے کا واقعہ سنایا۔ شاید وہی اسمیک کی فیکٹری ہو، جس کی مانی ویل صاحب کو تلاش ہے۔ اس نے اپنے دوست کو بتایا۔ "ہمیں کمار کو اس کے بارے میں بتا دینا چاہیے"۔ روی نے مشورہ دیا۔ "وہ یہ اطلاع اپنے صاحب تک پہنچا دے گا۔ ناگیا صاحب کے لیے تو بڑی آسان بات ہوگی کہ اس فیکٹری پر چھاپہ مار سکیں۔

نہیں، ہمیں یہ نہیں کرنا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ واقعی کوئی کیمیائی فیکٹری ہی ہو۔ اس حالت میں ہمیں کتنی شرمندگی ہوگی اور دوسری بات یہ کہ پال کو معلوم تھا کہ اُس کا پیچھا کر رہا ہے۔ "پھر اس نے آخر تک کی بات بتائی کہ کس طرح پال نے اس چمپیے کو پہچان لیا تھا اور خود اس کے ہاتھوں سے چمپیے کے ٹائروں کی ہوا نکلوا گیا تھا۔

تو پھر تم کیا مشورہ دیتے ہو"۔ روی نے کسی قدر بے تابی سے پوچھا۔

"چلو آج رات ہم خود ہی اس فیکٹری میں گھستے ہیں اور پتہ لگاتے ہیں کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔

گولو نے جواب دیا۔ "میرے پاس کچھ پیسے ہیں۔ ہم چل کر کہیں ساتھ میں کھانا کھاتے ہیں، ٹھیک ہے چلو"۔

"مجھے دس منٹ دو، روی میں ابھی آیا۔ اس بیچ تم کمار سے کہہ دو کہ یا تو اپنا روپ بدل لیں یا پھر کوئی دوسرا آدمی اُن کی جگہ آئے اور ہاں کسی بھی قیمت پر ایلائیڈ کیمکل کمپنی کے بارے میں نہیں بتانا۔ کم سے کم ابھی تو نہیں"۔

روی اپنا کام پورا کرنے گیا تو گولو واپس ڈسپنسری میں آیا۔ اندر سے دروازہ بند کیا۔ بتیاں بند کیں اپنی ٹارچ اُٹھائی اور پچھلے حصّے میں آیا۔ باہر نکل کر پچھلے دروازے پر تالا لگایا اور ایک چھوٹی دیوار پھلانگ کر سامنے والی سڑک پر آگیا۔ روی ایک کنارے کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ پھر دونوں کسی ڈھابے کی تلاش میں چل دیے تاکہ کھانا کھا سکیں۔

"ماں اور گیتا کیسی ہیں؟" کھانا کھاتے میں گولو نے پوچھا۔

روی شرمندہ سا ہو گیا۔ سچ بولوں تو مجھے نہیں پتا گولو۔ "اس نے جواب دیا"۔

میرے دماغ میں تو یہ بھی نہیں آیا کہ کمار سے ہی اُن کے بارے میں پوچھوں۔ میں اس نگرانی کے کام میں اتنا ہی منہمک ہو گیا تھا"۔

"میں تو ان لوگوں کے بارے میں ہر لمحہ سوچتا ہوں"۔ گولو نے کہا۔ "میں کل پال سے شام کی چھٹی مانگ کر نرسنگ ہوم جاؤں گا"۔

"ہاں تم ایسا ضرور کر سکتے ہو۔" روی نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ کسی کو بھی معلوم نہیں ہو گا"۔

اس وقت لگ بھگ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ گولو اور روی نے کھانا ختم کیا اور فیکٹری کی طرف چل پڑے۔ اب سڑکوں پر بھیڑ بھی نہیں تھی۔ سواریاں کم ہو گئی تھیں نہ ہی سڑک پر پیدل چلنے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ صرف سنیما ہال کے پاس انھیں لوگوں کی بھیڑ ملی جو شام کا شو ختم ہونے کے بعد باہر آ رہے تھے۔ گولو کی آنکھوں نے غیر ارادی طور پر سنیما گھر میں لگے ایک بورڈ پر ایک ہندی فلم کا نام پڑھ لیا۔ بس اتنا ہی کافی تھا کہ فلم کا نام تھا 'چرس'۔

لڑکے اب سیدھے ہاتھ کی طرف مڑ گئے۔ چھوٹی چھوٹی گلیوں کو پار کرتے ایک چوڑی سڑک پر آ نکلے۔ ایلائیڈ کمپنی کی وہ بڑی اور شاندار عمارت ان سے سو گز کے فاصلے پر تھی جو اندھیرے کا لبادہ اوڑھے کھڑی تھی۔ صرف سامنے کے دروازے پر ایک بلب روشن تھا۔ دروازہ بند تھا۔

وہ احتیاط سے آگے بڑھتے رہے، دروازے کو پار کر گئے اور پھر سڑک پار کرلی۔ ایک چھوٹا سا گڑھا اس سڑک اور کیمکل کمپلیکس کی باہری دیوار کو الگ کر رہا تھا۔ لڑکوں نے وہ گڑھا پار کیا اور اس تین میٹر اونچی دیوار کی جڑ میں کھڑے ہو گئے۔ دونوں یہ جاننے کے لیے کہ کسی نے ان کی اس حرکت کو دیکھا تو نہیں اپنے دائیں اور بائیں دیکھا۔ مگر سڑک بالکل سنسان تھی۔

مگر جب انھوں نے سر اٹھا کر دیوار کے اوپر کا جائزہ لیا تو ان کے چہروں پر کافی ناامیدی چھا گئی۔ دیوار کے اوپر کے کناروں پر ٹوٹے ہوئے شیشے لگے تھے۔ جن کے نوکیلے کنارے آدھے چاند کی چاندنی میں چمک رہے تھے۔

"اُمید رکھو"۔ پھسپھسایا۔ وہ دونوں دروازے سے دور دیوار کے اوپری حصّے کا جائزہ لیتے ہوئے آگے چل دیے۔ اس اُمید سے کہ شاید کہیں شیشے کے ٹکڑے نہ لگے ہوں۔ لیکن شیشوں کی قطار کہیں سے بھی ٹوٹی ہوئی نہیں تھی۔ وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں اس دیوار سے دوسری عمارت کی دیوار ملی ہوئی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ اندر جانے کا کوئی راستہ نہ ہو۔

"گولو یہاں رک جاؤ"۔ روی بولا اور ایک بھوت کی طرح رات کے اندھیرے میں گم ہو گیا۔ پندرہ منٹ بعد وہ واپس آیا۔ اُس کے ہاتھ میں ربڑ کے ٹکڑے تھے۔ ایک پاس کے گھر میں سے چرا کر لایا ہوں"۔ اس نے جلدی سے بتایا۔ "چلو میری کمر پر چڑھ جاؤ اور شیشے کے ان ٹکڑوں پر رکھ دو۔ روی دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور گولو اس کے کندھے پر چڑھ گیا۔ اپنے ہاتھ اس نے دیوار سے لگا دیے تاکہ سہارا ملے۔ وہ جوتے چمکانے والا لڑکا سخت مضبوط تھا، پھر بھی دھیرے دھیرے تکلیف سے سیدھا کھڑا ہو گیا۔ ایک ایک کر کے اس نے وہ ٹائر کے ٹکڑے روی کو دیے اور گولو نے وہ ٹکڑے دیوار پر ان شیشوں پر رکھ دیے۔

پھر گولو نے اپنے آپ کو ہاتھوں پر طاقت دے کر چوڑی دیوار کے اوپر چڑھا لیا۔ شیشے کے وہ نوکیلے ٹکڑے جو دیوار پر اُبھرے ہوئے تھے۔ ان پر ربر ٹائر پھیل گیا تھا، جس کی وجہ سے وہ

جگہ خطرناک تو نہیں رہی تھی۔ مگر تکلیف دہ ضرور ہو رہی تھی۔ گولو کے جسم کے بوجھ سے شیشے کے ٹکڑے ٹوٹے ضرور تھے مگر ان کی آواز ربڑ کے نیچے دب کر رہ گئی تھی۔

گولو بڑی احتیاط سے نیچے جھکا اور اپنے ہاتھ پورے نیچے پھیلا دیے پھر روی کی کلائیاں پکڑ کر اُسے بھی اوپر کھینچ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے تو وہ ہڑبڑا ہی گیا تھا۔ جب وہ لڑکھڑایا تھا اور اپنا توازن کھو بیٹھا تھا۔ لیکن اپنے اوپر جلد قابو پالیا اور روی کا ہاتھ پکڑے رہا۔ یہاں تک کہ روی کے ہاتھوں نے ربڑ سے ڈھکی دیوار کو مضبوطی سے پکڑلیا۔ اب گولو بغیر آواز کیے دھیرے سے اِحاطے کے اندر کود گیا۔ کچھ دیر بعد ہی روی بھی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف گولو کے پاس کھڑا تھا۔ حالاں کہ آفس کے پاس کا علاقہ پوری طرح روشنی میں نہایا ہوا تھا۔ مگر بیرونی اِحاطہ کم روشنی کی وجہ سے اندھیرے میں تھا۔ آفس کے کمروں میں لوگ موجود تھے۔ لڑکے تو صرف چوکیدار کو دیکھ پا رہے تھے۔ وہ دروازے کے پاس کھڑا کسی سے بات چیت کر رہا تھا۔ آدھا بھرا ہوا ٹرک اندر آنے والے راستے کے قریب کھڑا تھا۔ جس کے ایک طرف الائیڈ کیمکل کمپنی لکھا ہوا تھا۔ لڑکوں نے ایک نظر میں یہ سب کچھ دیکھ لیا۔ انھوں نے فیکٹری اور آفس کی بیرونی دیوار کا فاصلہ بہت تیزی سے طے کیا۔ یہ حصّہ نسبتاً کچھ اندھیرے میں تھا۔ صرف چاند کی ہلکی روشنی یہاں تک آرہی تھی۔ فیکٹری کی دیوار کے ساتھ ساتھ کنکریٹ کی چھوٹی سی نالی تھی۔ جب وہ فیکٹری کے آخری کونے تک پہنچ گئے تو انھیں حیرت ہوئی کہ سائڈ کی دیوار یا پیچھے کی عمارت میں کوئی کھڑکی نہ تھی۔ انھیں کھڑکی نہ ہونے کا اندازہ کرنے کے لیے عمارت کا چکّر لگانے کی ضرورت نہ پڑی۔

یہ بات تو یقینی تھی کہ ایک فیکٹری میں خاص طور پر کیمیائی فیکٹری میں ہوا کے گزر کے لیے روشن دان ہونا تو ضروری تھا۔ اچانک گولو نے ٹارچ جلائی اور اس کی روشنی اوپر کی طرف ڈالی۔ بالکل ٹھیک وہ رہے۔ زمین سے چار میٹر کی اونچائی پر ایک لائن میں بہت سے روشن دان تھے۔ گولو نے اندازہ لگایا کہ روشن دان اتنے بڑے تو تھے ہی کہ ان میں سے لیٹ کر نکلا جاسکتا تھا۔ اصل پریشانی یہ تھی کہ اوپر جائیں کیسے۔

فیکٹری کے پیچھے خالی جگہ میں بہت سے بڑے ڈرم رکھے تھے۔ کبھی ان میں کیمیائی سامان آیا ہوگا۔ لیکن اب وہ خالی تھے۔ لڑکوں نے بہت احتیاط سے ایک ڈرم کھینچ کر ایک روشن دان کے نیچے رکھا۔

اس کے اوپر ایک اور ڈرم رکھنے میں کافی وقت لگا۔ احتیاط یہ تھی کہ آواز نہ ہو پائے۔ پھر زمین پر دو ڈرم رکھ کر ان پر ایک ڈرم چڑھلیا۔ اوپر والے ڈرم پر اور ڈرم نہ رکھ سکتے تھے کیوں کہ وہ خود اس کام کے لیے چھوٹے تھے۔ پھر گولو جو ان میں لمبا تھا، ڈرموں کے اوپر چڑھ کر روشن دان تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر پنجوں پر کھڑے ہو کر اور ہاتھوں کو اوپر کھینچ کر بھی وہ روشن دان کو نہ چھو سکا۔

اگر ان میں ہمت کی کمی ہوتی تو شاید اپنا اپنا کام یہیں ختم کر کے واپس چلے جاتے۔ لیکن وہ دونوں محنتی بھی تھے اور باہمت بھی۔ انھوں نے وہ تینوں ڈرم ان کی جگہوں پر واپس رکھے اور نئے سرے سے دیوار کا جائزہ لیا کہ اندر جانے کا کوئی دوسرا راستہ نکل آئے۔ کچھ نہ ملنے پر وہ پیچھے کی طرف گئے۔ ان کی نظر پانی کے پائپ پر پڑی۔ وہ پائپ جو بارش کا پانی چھت سے نیچے لے جاتا تھا، ایک روشن دان کے پاس سے گزر رہا تھا۔ روی پہلے آگے آیا۔ پائپ کو پکڑا اور پھر بندر کی طرح اچھلتا ہوا بغیر کسی محنت کے روشن دان تک پہنچ گیا اور اندر گھس گیا۔ اب گولو کو یقین تھا کہ روی اندر کود گیا ہوگا۔ لیکن اسے بڑی حیرت ہوئی جب اس نے روی کو باہر نکلتے دیکھا۔ پہلے اس کے پیر باہر آئے، پھر وہ پورا ہی باہر آگیا۔ کچھ نیچے اترا اور پھر پائپ پر اوپر چڑھ گیا۔

گولو پریشان ہو گیا۔ لیکن یہ پریشانی زیادہ دیر کی نہ تھی۔ ذرا سی دیر میں روی کی واپسی کا راز سمجھ میں آگیا۔ وہ پہلے سر کی طرف سے روشن دان کے اندر گیا تھا۔ اسے اندر کودنا تھا۔ اگر وہ سر کے بل کودتا تو اس کی گردن ٹوٹنا لازمی تھا۔ تھوڑا اوپر چڑھا، لگ بھگ ایک میٹر پھر پھرتی سے روشن دان کے اندر داخل ہوا۔ لیکن اب کی بار پیروں سے پہلے اندر لے گیا۔ اب تو وہ یقیناً اندر کود گیا ہوگا۔ گولو نے اندازہ لگایا۔ حالاں کہ اس نے اپنے دوست کے کودنے کی آواز نہ سنی تھی۔

وہ بھی پائپ پر چڑھ گیا اور روی کی طرح روشن دان میں گھسنے کے لیے پہلے پیر ڈالے اور رینگتے ہوئے پیچھے کی طرف لے گیا، جب تک پیر ہوا میں جھولنے نہ لگے۔ پھر وہ دھیرے دھیرے دوسری طرف پھسلتا ہوا روشن دان کے کنارے پر لٹک گیا اور آخر کار کود گیا۔

اس کے باوجود گولو کے تلوؤں میں زور کی جھنجھناہٹ اور جھٹکا لگا جو کافی سخت تھا اور گرنے کی شدت اتنی تھی کہ وہ زمین پر لڑھکتا چلا گیا۔

روی نے اسے اٹھنے میں مدد دی۔ انھوں نے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ پورے بڑے حال میں صرف دو ٹیوب تھے اس لیے روشنی کم تھی بالکل ناکافی۔ اور ہال کا بڑا حصہ اندھیرے کی نذر ہو گیا تھا۔ لڑکوں نے دھیان سے دیکھا کہ فیکٹری سے باہر جانے کا واحد راستہ وہ ٹوٹوا کواڑ بڑے (شٹر) تھے جو بند تھے۔ انھیں بڑی ناامیدی ہوئی۔ یہ خیال دونوں کے دماغ میں ایک ساتھ آیا تھا۔

وہ پھنس گئے تھے۔ اب وہ کس طرح باہر جائیں گے۔ یہ تقریباً ناممکن تھا کہ اندر کی طرف سے وہ روشن دان تک پہنچ سکتے۔ فیکٹری میں انھوں نے کسی سیڑھی کو تلاش کیا۔ خالی ڈرم تلاش کیے۔ غرض یہ کہ ہر وہ چیز جس کی مدد سے اوپر جاسکتے تھے انھوں نے تلاش کی مگر ناکام رہے۔ وہ اپنے انجام کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔ اب انھیں پوری رات اس عمارت میں گزارنی ہوگی، پھر صبح ہوگی تو ان کو پکڑ لیا جائے گا۔ پولس کو بلایا جائے گا اور پھر سارا کھیل ختم۔

"روی۔ اب ہم کیا کریں۔ گولو بے تابی سے بولا۔

"ارے دوست مجھ سے مت پوچھ۔ روی بولا۔ تجھے تو دماغ والا سمجھا جاتا ہے۔ اپنی کھوپڑی سے کام لے۔

ڈوبتی ہوئی اُمیدوں کے خیالات کو دل سے نکالنے کے لیے گولو نے سر کو ایک جھٹکا دیا۔ چلو ہمیں فی الحال وہ کرنا چاہیے جس کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔ اس نے مشورہ دیا۔ چلو دیکھتے ہیں کہ اس فیکٹری میں کوئی ناجائز چیز تو تیار نہیں کی جارہی ہے"

اس بات کے کہتے ہی اُسے ایک بُرا خیال آیا۔ گولو نے سوچا تھا کہ اگر پکڑے گئے تو مالک اندر گھسنے کے جرم میں پولس کو بلالے گا۔ لیکن اگر فیکٹری میں اسمیک بنائی جاتی ہے تو کیا مالک پولس کو بلائے گا؟ ایسے موقع پر تو مالک خود کوئی فیصلہ لے گا کیوں کہ پولس کو اندر نہیں بلانا چاہے گا۔

یہ خیال یقیناً روی کو نہیں آیا تھا کیوں کہ اس نے کہا تھا یاد دلانے کا شکریہ دوست۔ افراتفری میں تو میں یہ بھول ہی گیا تھا کہ ہم یہاں آخر کیوں آئے تھے"۔

وہ فیکٹری کے ہر کونے میں گئے۔ بہت باریکی سے ہر چیز کا جائزہ لیا کہ کہیں یہاں نقلی دوائیں تو نہیں بنتی ہیں۔ مختلف مشینوں کا جائزہ لیا۔ بہت سی کیمیاوی اشیا کو سونگھا جو کونے میں پڑی ہوئی تھی۔ لیکن اس طرح کی کوئی بھی چیز نہیں ملی جس سے کوئی شک پیدا ہو تا کہ اس فیکٹری میں کوئی گڑبڑ والی چیز بنتی ہے۔ اس فیکٹری میں تو فینائل، کاربولک صابن اور صفائی کرنے والے صابن جیسی چیزیں بنتی تھیں۔ جہاں تک ہیروئن یا اسمیک کا تعلق ہے اس کا تو دور دور تک کوئی نشان نہیں تھا۔ کافی جدوجہد کے بعد لڑکوں نے امید چھوڑ دی نشہ بنانے والوں کے ساتھ اس فیکٹری کو کسی طرح بھی نہیں جوڑ پائے اور اب وہ پھنس بھی چکے تھے، جب صبح ہوتی تو پکڑے جاتے۔

روی نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ "اگر ہم مشین کے پیچھے چھپ جائیں تو ہو سکتا ہے کہ بغیر کسی کی نظر پڑے ہم بچ کر نکل جائیں۔ ورنہ تو صبح کو یہ فیکٹری شہد کے چھتے کی طرح ہو جائے گی"۔

"صرف امید ہی ہے"۔ گولو نے روی کے خیالات کو اس طرح نوچ پھینکا جیسے غبارے سے ہوا نکالتے ہوں"۔ ہمیں دودھ میں مکھی کی طرح پکڑ لیا جائے گا۔

"اوہ مجھے کچھ نہیں پتا" روی اُمید افزا انداز میں کہتا رہا۔ "صبح کو فیکٹری میں چہل پہل ہو جائے گی۔ مشینوں کی بے ہنگم آواز اور لوگوں کا اِدھر اُدھر آنا جانا شروع ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے ہم بچ ہی جائیں اگر اس وقت ہمیں چھپنے کا اچھا ٹھکانہ مل جائے۔ گولو روی کے جملوں سے چونکا اور اُس کے دماغ میں اچانک ایک خیال اُبھرا۔

"ارے!" روی کو تعجب ہوا۔ میں نے کیا کہا؟ اس نے بڑے سوچ کر بولنے والے انداز میں کہا۔ "ان کے بارے میں جو مشین بہت زیادہ شور مچاتی ہیں۔ اب سنو"۔

اس نے اپنے منصوبے کا خاکہ روی کو بتایا اور بے تابی سے سر ہلاتا رہا۔ وہ دونوں ایک مشین کے پاس گئے جو فیکٹری کی سب سے بڑی مشین تھی اور اس کے پرزوں کا ٹارچ کی مدد سے جائزہ لیا اور ایک تار پر ٹارچ کی روشنی گھومتی ہوئی ایک دیوار میں لگے بورڈ تک پہنچی۔

"میں سمجھتا ہوں کہ میں اسے چلا سکوں گا۔ گولو نے بڑے اعتماد سے کہا۔ وہ فیکٹری کے بند دروازے تک گئے اور پہلے اس بات کا یقین کر لیا کہ وہ اپنے آپ کو دروازے کے نزدیک پڑے کریٹوں کے پیچھے چھپا سکتے ہیں۔ گولو لوٹ کر مشین کے پاس آیا۔ دیوار پر لگے سوئچ کو

دبایا۔ مشین کا بٹن دبایا اور ایک لیور کھینچ لیا۔ مشین نے ایک دھچکا لیا اور اس میں جان پڑ گئی اور کھڑ اکھڑ کھڑ۔ کھڑ اکھڑ کھڑ کی آواز ساری فیکٹری میں گونجنے لگی۔ دونوں لڑکے تیزی سے دوڑتے ہوئے دروازے کے پاس پڑے اُن کریٹوں کے پیچھے چھپ گئے۔

آفس میں موجود دو لوگ کرسیوں سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ ان کی عقل پریشان تھی کہ یہ کیا ہوا۔ مشین کی کھڑ کھڑ اکھڑ۔ کھڑ کھڑ اکھڑ کی بے ہنگم سی آواز اس خاموشی میں زیادہ زور کی سنائی دے رہی تھی اور ماحول کو بھیانک اور پُر اسرار بنا رہی تھی۔

یہ آواز...... ''اپنی گردن کو ٹیڑھا کر کے موہن نے کہا۔ ایسا لگتا ہے فیکٹری کی طرف سے آ رہی ہے''۔

''جی ہاں جناب'' اس کے نائب نے اپنی ٹوپی کو ٹھیک کرتے ہوئے کہا جو اس بڑبڑاہٹ میں لگ بھگ گر ہی گئی تھی۔

''لیکن فیکٹری میں تو اس وقت کوئی بھی نہیں ہے''۔ موہن نے تعجب سے کہا۔

''بھوت ہے صاحب''۔ کلرک نے مدد والے انداز میں مشورہ دیا۔ ''بھوت ہو یا نہ ہو'' موہن نے پختہ لہجے میں کہا۔ ''ہمیں فوراً پتہ لگانا ہے۔

انھوں نے چوکیدار کو چوکنا رہنے کی تاکید کی۔ فیکٹری کی چابیاں اُٹھائیں اور برآمدے کو پار کرتے ہوئے جا کر دروازے کا شٹر کھولا۔ مشین کی آواز ایک دم زور سے آنے لگی۔ موہن تیزی سے ایک سوئچ بورڈ کی طرف گیا اور تمام لائٹیں جلادیں۔ فیکٹری کا اندرونی حصہ پوری طرح روشنی میں نہا گیا۔

واقعی ایک دل دہلانے والا منظر تھا۔ ایک اکیلی مشین بغیر کسی انسانی مدد کے اپنے آپ چل رہی تھی۔ پسٹن آگے پیچھے آگے پیچھے اپنے آپ جیسے خود ہی قانون کی خلاف ورزی کر رہے ہوں، چلتے جا رہے تھے۔ کلرک کی گنجی کھوپڑی پر جو چند بال تھے وہ اس طرح سیدھے کھڑے ہو گئے تھے جیسے سہم کے ہو جاتے ہیں۔ موہن پھر بھی معنی خیز انداز میں کھڑا تھا۔ وہ سیدھا مشین کی طرف گیا اور بٹن بند کر دیا۔ اچانک ماحول میں خاموشی اور زیادہ ڈراؤنا پن پیدا کرنے لگی۔

اپنے ساتھی کی مدد سے موہن نے مشین اور اُس کے اطراف کا جائزہ لیا۔ مگر کوئی غیر متوقع چیز حاصل نہیں ہوئی۔ وہ لوگ اپنے کام میں اتنے مگن تھے کہ انھوں نے کریٹوں کے پیچھے سے دو انسانی ہیولے نکل کر کھلے ہوئے دروازے سے باہر سرکتے ہوئے نہیں دیکھے۔

دونوں حیران لوگوں نے اپنے سروں کو ہلایا، ان کی عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ بہت احتیاط سے مشین کا پلگ نکال کر دونوں دروازے کی طرف آئے۔ ساری روشنیاں بند کیں اور باہر نکل کر شٹر گرا کر دروازے میں تالا لگایا۔ وہ اب بھی آدھے دل سے سوچ رہے تھے کہ شاید پھر مشین کی کھڑ کھڑا کھڑ سنائی دے۔

اسی بیچ گولو اور ردی بر آمدے سے نکل آئے۔ اُن کی یہ خوشی زیادہ دیر قائم نہ رہی۔ جب وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے جو باہری دیوار کی طرف لے جاتا تھا تو اچانک مشین کی آواز آنی بند ہو گئی۔ دروازے پر انھوں نے جھانک کر باہر دیکھا۔ ان کی احتیاط بے کار نہیں گئی۔ اپنے افسروں کے حکم کے بعد چوکیدار چوکنا کھڑا مستعدی سے ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا اور اپنی ٹارچ کی مدد سے احاطے کے چاروں طرف غور سے دیکھتا جاتا تھا۔ اب تو یہ لگ بھگ ناممکن تھا کہ وہ لوگ دیوار کے اُس کنارے پر پہنچ پاتے جہاں ربر کے ٹائروں کی پیکنگ چھوڑ کر آئے تھے۔

لڑکوں نے فوراً پیچھے ہلنا چاہا کہ کسی کیبن میں چھپ جائیں اور جب تک چھپے رہیں جب تک سب چوکنا ہیں، پر یہاں بھی دیر ہو چکی تھی۔ انھوں نے ٹوٹواں کواڑ بند ہونے کی آواز سنی اور کسی کے قدموں کی چاپ بھی سنی جو ان کی طرف ہی آ رہی تھی۔ وہ شیطان اور گہرے سمندر کے بیچ میں پھنس گئے تھے۔ اس پر تو انھوں نے پہلے غور ہی نہی کیا تھا اس لیے ان پر اثر فوراً ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ جو انھوں نے کیا صرف اس سے ہی ان کی جان بچ سکتی تھی۔ لڑکے پنجوں کے بل بھاگتے ہوئے اس آدھے بھرے کھڑے ہوئے ٹرک پر چڑھ گئے جو چند میٹر کے فاصلے پر کھڑا تھا۔ ٹرک کی باڈی ہی انھیں چوکیدار کی ٹارچ سے بچا سکتی تھی۔

سر پر پیر رکھ کر بھاگتے ہوئے وہ تیزی سے ٹرک پر چڑھ گئے۔ بالکل اسی طرح جیسے خاموش سائے ہوں۔ ترپال کا ایک بڑا سا ٹکڑا ٹرک میں پڑا ہوا تھا۔ لڑکوں نے فرش پر ایک جست لگائی اور ترپال کا ٹکڑا اپنے اوپر ڈال دیا اور سانس روک کر انتظار کرنے لگے۔ انھیں پوشیدہ

ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ موہن کی آواز آئی جو چوکیدار سے چیخ کر کہہ رہا تھا کہ میدان میں چاروں طرف کا جائزہ لے لے کہ باہر کا کوئی آدمی تو نہیں آیا۔

"میں کہتا ہوں کہ ایک بھوت کا مذاق تھا صاحب"۔ لڑکوں نے کلرک کی آواز سنی جو اس پر بضد تھا اور موہن کو باور کرا رہا تھا۔ ان دونوں کی آوازوں سے ایسا لگتا تھا کہ وہ دونوں ٹرک کے پاس ہی کھڑے ہیں۔

"بکواس ہے"۔ یہ تو کسی گھس پیٹھیے کا کام ہے۔ میں تمھاری ضعیف الاعتقادی میں یقین نہیں رکھتا۔ آؤ ہم تلاش جاری رکھیں۔

تینوں آدمی میدان کا معائنہ کرتے رہے اور کوئی بھی ایسی چیز نہ ملی جس سے کسی گھس پیٹھیے کے آنے کا پتہ ملتا۔ گولو اور روی اپنے ستارے اچھے ہونے کا شکر منا رہے تھے۔ کہ انھوں نے وہ ڈرم ان کی جگہ پر واپس رکھ دیے تھے۔

"ٹرک کے پیچھے دیکھو" موہن چیخا۔ لڑکے اکڑ گئے اور سانس روک لیے۔ انھوں نے ایک آدمی کے اوپر چڑھنے اور پھر اترنے کی آواز سنی۔ "یہاں کچھ نہیں ہے"۔ وہ آدمی چلایا۔ یہ وہی کلرک تھا۔ قسمت کے دھنی تھے۔ وہ لڑکے جو شاید کلرک کی یک روشی سوچ کی وجہ سے بچ گئے۔ اسے یقین تھا کہ مشین کو بھوت نے چلایا تھا۔ ٹرک میں اس نے جو تلاشی لی تھی وہ برائے نام تھی۔

لڑکوں نے خاموشی سے راحت کی سانس لی۔ چوکیدار کی طرف سے چیخنے کی آواز آئی۔ اس بار کچھ دوڑتے ہوئے قدموں کی۔ پھر کچھ جوش میں بھری ہوئی آوازیوں آئی۔ ربڑ کے پیڈنگ مل گئے تھے۔

"یہ دیکھو یہ ہے"۔ موہن مایوسی سے بولا۔ جو کوئی بھی فیکٹری میں آیا تھا۔ اسی راستے سے آیا تھا اور اسی راستے سے نکل بھی گیا ہوگا۔ یہ کوئی بھوت ووت نہیں تھا بے وقوف"۔ اس نے چوکیدار کو اس بے وقوفی اور اندھے پن سے چوکی داری کرنے پر لتاڑا اور فون کرنے چلا گیا۔

"کیا یہ تم ہو پیارے لال؟" جب دوسری طرف سے فون اٹھایا گیا تو اس نے پوچھا۔ "میں

موہن ہوں مجھے تم سے ملنا ہے فوراً۔ یہ بہت ضروری ہے۔ ٹھیک ہے ابھی میرے گھر آجاؤ۔ پر یاد رہے اکیلے۔"

موہن نے فون بند کیا۔ اپنے کلرک کو ہدایات دیں۔ چوکیدار کو تنبیہ کی اور دروازہ کھولنے کی ہدایت کی اور ٹرک پر چڑھ گیا۔ ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھ کر ٹرک کو دھیرے دھیرے چلاتا ہوا چل دیا۔

ٹرک کے پچھلے حصہ میں بغیر ٹکٹ چھپے دونوں لڑکوں نے ترپال ہٹائی اور ٹرک کی دیواروں سے چپک گئے۔ ٹرک اب تیز رفتاری سے جارہا تھا۔ اگر وہ لوگ کوئی آواز کرتے بھی تو انجن کی آواز ان آوازوں کو دبادیتی۔

وہ دونوں اس ٹرک میں بیٹھے تعجب سے سوچ رہے تھے کہ دیکھیے آج کی رات اور کیا رونما ہوتا ہے۔

"ڈرگ کنگ"

پندرہ منٹ تک لگاتار چلنے کے بعد موہن ایک ایسے علاقے میں داخل ہوا جو لڑکوں کا جانا پہچانا تھا۔ یہ اونچے طبقے کے رہنے والوں کا علاقہ تھا۔ جہاں سڑک کے دونوں طرف پیڑوں کی قطاروں سے گھری سڑک کے اطراف میں بڑے قیمتی بنگلے تھے۔ ٹرک بنگلہ نمبر ۱۷ کے سامنے رک گیا۔ گولو اور روی دونوں ٹرک کے فرش پر سیدھے لیٹ گئے۔ جب ڈرائیور نے انجن بند کیا اور نیچے اتر گیا۔ انھوں نے ایک گیٹ کھلنے کی آواز سنی اور دو آوازوں نے ایک دوسرے کو خوش آمدید کہا۔ لڑکوں نے ٹھیک اسی وقت ٹرک کی دیوار سے جھانک کر دیکھا۔ جب موہن اور اس کا ساتھی روش پر چل رہے تھے اور پھر ایک دروازے سے اندر داخل ہوگئے۔

انھوں نے وقت ضائع نہ کیا۔ اتفاق سے موہن نے ٹرک ایسی جگہ کھڑا کیا تھا جہاں روشنی

بہت کم تھی۔ اس لیے شاید ان دونوں کو کسی نے کودتے نہیں دیکھا۔ دونوں ٹرک کے سائے میں چھپ گئے اور مکان کا پوری طرح جائزہ لیا۔

ایک کم اونچی چار دیواری نے بڑی خوب صورتی سے لان اور جھاڑیوں کو گھیر رکھا تھا۔ سینے کی اونچائی تک جھاڑیوں کی باڑھ اچھے طریقے سے تراشی گئی تھی۔ اگر کوئی اس گھر میں مہمان کی حیثیت سے جاتا تو اندر جانے کے لیے صرف دو دروازہ ہی تھا۔ لیکن گولو اور روی دونوں ہی سماجی بندشوں سے آزاد تھے۔ اور اس مقام پر نہ تھے کہ اُدھر سے نہ جاتے۔ وہ ایک ایسے مقام پر چلے گئے جہاں وہ گیٹ سے دور ہو گئے۔ دیوار پر چڑھے اور باہر کود گئے۔ نرم زمین نے ان کے گرنے کی آواز دبالی۔

ایک دو لمحوں تک تو ساکت رہے بالکل پرچھائیں کی طرح اور چاروں طرف دیکھتے رہے۔ گیٹ پر کوئی بھی نہیں تھا۔ عمارت کے سامنے برساتی میں بھی کوئی نہیں تھا۔ گیرج پر صرف ایک بلب جل رہا تھا۔ ایک گہرے رنگ کی گاڑی پر اس بلب کی روشنی پڑ رہی تھی۔ رنگ تو سمجھ میں نہیں آیا۔ پر پھر بھی انھوں نے پڑھ لیا۔ ڈی۔ ایل۔ کے ۱۴۰۹۹ اس نمبر کو انھوں نے یاد کر لیا۔

مکان کے دائیں طرف ایک اور گیرج تھا جس میں ایک اور کار کھڑی تھی۔ مگر اس دوسری کار سے وہ اتنی دور تھے کہ اس کا نمبر نہ پڑھ سکے۔

گرم اور اُمس والی رات ہونے کی وجہ سے گھر کے سامنے والی دیوار میں بیٹھک کی کھڑکیاں کھلی تھیں۔ بات چیت کی آواز کبھی کبھی ان کے کانوں میں پڑ جاتی تھی۔ لڑکوں نے گھاس کا لان جھک کے بھاگ کر طے کیا اور ایک کھلی کھڑکی کے پاس آکر رک گئے۔

پھر بہت احتیاط سے اٹھ کر انھوں نے اندر جھانکا۔ کمرے میں پانچ آدمی تھے۔ ایک کو تو دونوں لڑکے جانتے تھے، موہن تھا۔ دو لوگ بیٹھے تھے۔ جب کہ دو ان کے پیچھے کھڑے تھے۔

جو دو آدمی کھڑے تھے وہ یقیناً محافظ تھے اور ہتھیاروں سے لیس تھے۔ ان کی قمیضوں کے نیچے اُبھار نظر آ رہے تھے۔ بیٹھے ہوئے لوگوں میں ایک بہت ہی موٹا تھا۔ اور لگتا تھا کہ اس کا جسم کرسی میں سے نکلا جا رہا ہو۔ جب وہ بولتا یا ہنستا تھا تو اس کے جسم کا گوشت اس طرح ہلتا تھا جیسے پانی میں لہریں چلتی ہیں۔

مگر گولو کی آنکھیں تو اس پانچویں آدمی پر جم کر رہ گئی تھیں۔ اس کی رنگت گہری تھی۔ قد چھوٹا تھا اور جسم گٹھا ہوا، بھونڈا اور مکروہ چہرہ، موٹے ہونٹ، کیٹلی آنکھیں اور بھنویں گھنی تھیں۔ چہرے پر چیچک کے داغ تھے اور داہنے گال پر چوٹ کا گہرا نشان اس کی خصلت اور شیطنت کو کافی حد تک اُجاگر کر رہا تھا۔

یہ تو وہی تصویر والا آدمی تھا۔

کچھ لمحوں کے لیے تو گولو سحرزدہ سا ہو گیا۔ اس آدمی پر سے اس کی نظر نہیں ہٹ رہی تھی۔ پردہ پیچھے ہٹا اور رنگ بھنگ ہانپتے ہوئے سرگوشی میں نفرت سے بولا۔ "یہ وہی ہے"۔ وہ پھس پھسایا اور روی کا ہاتھ جوش میں اس شدت سے دبایا کہ اسے تکلیف کا احساس ہونے لگا۔ یہ ڈرگ کنگ ہے (نشے کی دنیا کا بادشاہ)

"وہ جو اس تصویر میں تھا؟" گولو کا کچھ جوش اس کے اندر بھی آ گیا۔ "جی ہاں"۔

"کیا زبردست قسمت ہے۔ چلو سنیں"۔

کمرے سے باتوں کی آواز صاف آرہی تھی۔ کمرے میں موجود لوگوں کو گمان بھی نہ تھا کہ چھپ کر سننے والے ان کی ہر بات سن رہے ہیں۔

"ٹھیک ہے موہن"۔ وہ موٹا آدمی بول رہا تھا"۔ ہمیں بتاؤ تمھیں کیا بات کھائے جا رہی ہے۔ فون پر تمھاری آواز بہت پریشان تھی"۔

میرا خیال ہے پیارے لال، ہم لوگ اکیلے ہیں۔ موہن نے دوسرے بیٹھے ہوئے آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے اشارتاً کہا۔ "کیا یہ بھی ہم میں سے ہیں"۔

"ہاں ایک طرح سے۔ تعارف کی ضرورت نہیں۔ میرے الفاظ کافی ہیں۔ سمجھ گئے"۔

ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ ہاں، پیارے لال ایک ہفتہ ہو گیا جب تم نے آخری کھیپ بھیجی تھی۔ میرے گاہک بہت پریشان ہیں"۔

"آہ کیا واقعی"۔

"ہاں میرے پاس جو ذخیرہ تھا وہ پانچ دن پہلے ہی ختم ہو چکا ہے۔ مجھے شاید ضرورت نہیں کہ

تمھیں بتاؤں کہ میرے گاہکوں کا کیا حال ہو رہا ہے۔ انھیں تو روز کی خوراک چاہیے اور جب وہ نہیں مل رہی ہے تو آپے سے باہر ہوئے جا رہے ہیں"۔

"کیا پھکر بیوپاری نے تم سے بات کی"۔

"ہاں پال ہی کولو۔ اس نے بتایا کہ اس کے گاہک وحشیانہ انداز اختیار کر رہے ہیں۔ اگر نشہ بازوں کو ان کی خوراک نہ ملے تو سڑکوں پر، بیچنے والوں کا قتل کرنے لگیں گے۔ تب پھر ہم کہاں ہوں گے؟"

موہن کے اس مزاحیہ انداز گفتگو کا پیارے لال پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ ہماری بھی پریشانی ہے موہن"۔

"کیا پولس پیچھے ہے"۔

"نہیں میرا خیال ہے یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ اس کے خلاف معاملہ ہے۔ پولس کی طرف سے کوئی رد عمل نہ ہونا ہی ہماری پریشانی کا باعث ہے"۔

ہاہ۔ کیا آپ مذاق کر رہے ہیں پیارے لال"۔ موہن کی آواز میں بے اعتمادی جھلک رہی تھی۔

دھیان سے سنو، موہن"۔ موٹے آدمی نے پاٹ دار آواز میں کہا۔ ایک ہفتہ پہلے پتہ یہ چلا تھا کہ ہمارے پھیلے ہوئے جال میں کوئی گھس آیا ہے ۔ وہ ایک سادے کپڑوں میں منشیات (نار کوٹکس) کا ایجنٹ امداد علی تھا۔ بالکل اسی وقت میرے آدمیوں نے پکڑ لیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنی معلومات اپنے افسران تک پہنچاتا، ہم نے اسے مار ڈالا"۔

موہن کی آنکھیں چڑھ گئیں۔ "خدا کی پناہ"۔ اس نے کہا۔

"ہاں ہاں بچے۔ مگر ہمارے اوپر جو آدمی ہے اور جو یہ مال بناتا ہے۔ وہ ایک بہت ذہین آدمی ہے۔ تم اسے نہیں جانتے اور میں جانتا ہوں کہ تم اتنے ذہین تو ہو کہ اُس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھو گے۔ اس آدمی کو جاسوسی کی بو آگئی جو ہمارے بیچ تھا۔ اس کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ وہ مخبر پکڑا گیا اور ختم کر دیا گیا۔

"اگر اب کوئی خطرہ نہیں ہے تو کھیپ کو روکنے کی وجہ"۔

ہمارے مال دینے والے کو اس بات کی پریشانی ہے کہ اس قتل کے بعد مکمل خاموشی کیوں ہے؟ ایک نارکوٹکس کا ایجنٹ مارا گیا ہے۔ اس کے لیے تو بڑا واویلا ہونا چاہیے تھا۔ ہم کو امید تھی کہ گرفتاریاں ہوں گی، چھاپے پڑیں گے اور پوچھ تاچھ ہوگی اور ہم اس کے لیے تیار تھے۔ لیکن کیا ہوا؟ کچھ بھی نہیں۔

"کچھ بھی نہیں"۔

"ہاں کچھ بھی نہیں۔ یہی بات ہمارے اوپر والے کو پریشان کر رہی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ بات قدرتی نہیں ہے۔ کچھ مصنوعی سی لگتی ہے۔ اس وجہ سے وہ چپ چاپ بیٹھا ہے کہ کچھ عرصے کے بعد سپلائی شروع کرے"۔

"اوہو۔ یہ بات ہے"۔ موہن نے کہا۔ "لیکن اگر زیادہ دن تک یہ سپلائی رکی رہی تو ہمارا سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے تمھارے باس نے اس بات کو ذہن میں رکھا ہوگا۔ اگر اس نے صرف اس لیے سپلائی روک رکھی ہے کہ پولس نے اس قتل کے خلاف کچھ نہیں کیا تو میری اس بارے میں ایک رائے ہے"۔

ابھی تک اس کالے، چیچک داغ والے آدمی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا جو پیارے لال کے برابر بیٹھا تھا۔ موہن کے اس جملے پر، لڑکوں نے محسوس کیا کہ اس آدمی کے ہونٹ سختی سے بھنچ گئے اور اس کی شگاف نما آنکھیں بھی کافی حد تک بھنچ گئیں۔

موہن تم بے وقوف ہو پیارے لال نے سپاٹ آواز میں جھڑکا۔ ہمارا آقا تمھارے مقابلے زیادہ دور اندیش ہے جس کے لیے تمھیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ پولس کی طرف سے کوئی جوابی کاروائی نہ ہونا ہی اس کی پریشانی کا باعث ہے، ایسا نہیں ہے کہ اس کی کوئی وجہ نہ ہو۔ دیکھو اس کا سوچنا ہے کہ وہ لوگ کوئی کاروائی اس لیے نہیں کر رہے ہوں کہ انھوں نے دوسرا مخبر ہمارے بیچ میں پہنچا دیا ہے"۔

موہن کے چہرے کے تاثرات بے یقینی کے انداز میں دکھائی دیے۔ "دوسرا مخبر؟"

"منطقی بات ہے۔ سب سے بڑا جرم کسی پولس والے کے نزدیک یہ ہوتا ہے کہ اس کے کسی ساتھی کا قتل ہو جائے۔ وہ کوئی بھی دقیقہ نہیں چھوڑتا قاتل کی تلاش میں۔ یہی وجہ ہے کہ پولس کی خاموشی اتنا ڈرا رہی ہے۔

موہن کو فوراً اپنی فیکٹری میں گھس پیٹھیوں کا خیال آیا۔ وہ ابھی تک یہ طے نہیں کرپایا تھا کہ یہ بات پیارے لال کو بتائے تب ہی وہ چیچک کے داغ والا آدمی پہلی بار بولا۔

"آپ کے دماغ میں کچھ ہے جناب؟ کہہ دیجیے"۔

آواز کرخت اور ترش تھی لیکن احترام کی مستحق تھی۔ شاید اس آواز کی وجہ سے ہی موہن نے فیکٹری میں ہونے والے واقعہ کی تفصیل بتادی۔

"پال نے بھی مجھے بتایا تھا کہ اس کا پیچھا کیا جارہا تھا"۔ موہن نے ٹکڑا لگایا۔ "وہ ان لوگوں کو دھوکا دینے میں کامیاب ہوگیا۔ اس لیے شاید تمھارا آقا ٹھیک سوچ رہا ہے"۔

"اس میں کوئی شک نہیں ہے"۔ پیارے لال نے کہا۔ "ابھی جو کچھ تم نے بتایا اُس کے شبہات کو سچ ثابت کررہا ہے تو اب تمھاری سمجھ میں آیا کہ ہم چپ سادھے اس لیے بیٹھے ہیں کہ نئے خطروں سے نمٹ لیا جائے"۔

"میں سمجھ رہا ہوں مگر ہم لوگوں کو اس دوران کیا کرنا ہوگا۔" مجھے اپنے گاہکوں سے کیا کہنا ہوگا؟"

بس ہمیں دو دن کا وقت اور دو۔ جب تک کے لیے ان لوگوں کو کسی طرح بہلاؤ۔ کیا تم ایسا کرسکتے ہو؟ اگر ہم اپنے لوگوں میں اس نئے مخبر کو تلاش نہیں کرپائے تو پھر ہم ایک خطرہ مول لیں گے اور سپلائی چالو کردیں گے"۔

"ٹھیک ہے مگر اپنے آقا پر جلدی کرنے کا زور ڈالنا۔ ہوسکتا ہے اب کچھ درہم برہم ہوجائے اگر زیادہ دیر تک رُکاوٹ رہی تو"۔

موہن جانے کے لیے کھڑا ہوگیا۔ کرسیوں پر بیٹھے لوگ بیٹھے ہی رہے۔ محافظوں میں سے ایک نے دروازہ کھولا اور مہمان کو رخصت کرنے چلا گیا۔

لڑکے الجھے ہوئے تھے۔ جو آدمی پیارے لال کے ساتھ بیٹھا تھا وہ تو وہی تھا جو امداد علی کی تصویر میں تھا۔ لیکن جو گفتگو انھوں نے سنی تھی اس سے یہ ہرگز ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ ہی ڈرگ کنگ ہے۔ ایسا لگتا تھا کہ اس پوری مشین کا ایک پرزہ ہے۔ اصل آقا کوئی اور ہی تھا۔ کیا امداد علی غلط راستے پر پڑ گیا تھا۔ کیا اس کی موت رائیگاں گئی۔

انھیں کھڑکی کے نیچے رہنا پڑا۔ کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔ کیوں کہ محافظ روش پر کھڑا موہن کو رخصت کر رہا تھا۔ انھوں نے ٹرک کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی۔ گیئر بدلے گئے ٹرک چلا گیا۔ محافظ اندر واپس آ گیا۔

"چلو اب نکل سکتے ہیں"۔ روی بدبدایا۔

"رکو"۔ گولو پھپکارا۔ "ابھی کچھ اور سنتے ہیں"۔

پیارے لال اس کالے چیچک کے داغ والے آدمی سے باتیں کر رہا تھا۔ تم ایک مشکل مقام پر ہو سکھیا۔ تمھیں پھر سے کام شروع کرنا ہوگا جیسا کہ ہمارے دوست موہن نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ پورا نظام ہی ٹوٹ پھوٹ جائے"۔

راز کھل گیا۔ اس کا مطلب ہے امداد علی بالکل غلط نہیں تھا۔ چیچک کے داغ والا آدمی واقعی ڈرگ کینگ ثابت ہوا۔ موہن کے ساتھ یہ سب ڈراما اس لیے تھا کہ نیچے کے لوگوں کو سکھیا کی اصلی شخصیت کا پتہ نہیں چلنا چاہیے۔

"صحیح کہا تم نے" سکھیا نے گردن ہلا کر کہا۔ میں سخت پریشانی کے عالم میں ہوں۔ "میں سمجھتا ہوں کہ تم کافی حد تک محفوظ ہو، تم نے اسمیک فیکٹری بنانے کے لیے جگہ بھی بہت اچھی منتخب کی ہے۔ شہر کے باہر ایک ڈیری فارم کوئی بھی اسے نشہ بنانے والوں سے نسبت دیتے وقت کئی بار سوچے گا۔ چلو اگر انھوں نے اپنا ایک اور سراغ رساں ہمارے بیچ بھیج دیا ہے تو بھی مجھے شک ہے کہ وہ اتنی دور تک پہنچ پائے گا"۔

"امداد علی تو پہنچ گیا تھا"۔ سکھیا نے اختصار سے کام لیا۔

"مگر وہ اپنے آقاؤں تک بھی تو نہیں پہنچ پایا۔ کیا وہ پہنچ پایا؟ اور پھر اس نے ہماری بے خیالی کا فائدہ اٹھایا۔ اس بار تو ہم سب تیاری سے ہیں۔ جیسے ہی سراغ رساں کتے کی ہوا لگے گی۔ سڑاکا! پیارے لال نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو اس طرح گردن کے سامنے چلایا کہ گردن کاٹنے کے انداز لگے۔ اس کے موٹے موٹے اعصاب ہلنے سے لہریں لینے لگے۔ کھڑکی پر دونوں لڑکے جوش اور تناؤ میں تھے۔ انھیں اتنا کچھ معلوم ہو گیا تھا جس کی انھیں امید نہیں تھی۔ اب تو انھیں اس آدمی کا نام بھی معلوم ہو گیا تھا سکھیا۔ نشہ بنانے والی فیکٹری شہر کے باہر ایک فارم ہاؤس میں تھی۔۔ سائبان میں جو گاڑی کھڑی تھی وہ بھی یقیناً سکھیا کی ہوگی۔ وہ

اس کا نام جانتے تھے۔ انھیں کافی کچھ پتا چل چکا تھا۔ جس سے لیباریٹری کی صحیح نشان دہی آسانی سے ہو جاتی۔ اب اور کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا۔

"ٹھیک ہے، میں نے فیصلہ کر لیا ہے"۔ سکھیا نے کچھ دیر رک کر کہا۔ "ہم کل سے ہی کام شروع کر دیں گے۔ نیچے تک پیغام بھیج دو کہ اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھیں۔ میں اپنے کچھ آدمی لگا کر تحقیقات کراؤں گا"۔

ان لوگوں کے خلاف جوپال کا پیچھا کر رہے تھے۔ پیارے لال جو بہت چالاک نشہ فروش تھا۔ اس نے سکھیا کو یاد دلایا۔ "وہیں سے ہماری تحقیقات شروع ہونی چاہیے۔ اگر ہم ان لوگوں کو پکڑ پائیں تو ان سے اگلوانا کچھ مشکل نہ ہو گا"۔

"میں اپنے کتے ان کے پیچھے لگا دیتا ہوں۔ اب مجھے جانا چاہیے"۔ سکھیا نے کھڑے ہو کر اپنے ایک محافظ سے کہا۔ "اب چلنا چاہیے"۔

پیارے لال نے کچھ دیر میں اپنے آپ کو کرسی سے جدا کیا۔ کیم شیم آدمی جو تھا، جب اس نے سکھیا سے ہاتھ ملایا تو اس کے گوشت بھرے چہرے پر چاپلوسی والی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"اپنا خیال رکھنا"۔ چلتے چلتے اس نے کہا۔

"وہ تو میں رکھوں گا ہی"۔ سکھیا یقین دلاتا ہوا سائبان میں آکر کار میں سوار ہوا۔ لڑکوں نے اپنے آپ کو دیوار سے چپکا لیا۔ 'ڈرگ کنگ' کی گاڑی شور مچاتی ہوئی روش سے گزر کر باہر چلی گئی۔

کچھ دیر تو لڑکے انتظار کرتے رہے۔ سانس لینے کی ہمت بھی نہیں کر رہے تھے۔ پھر جب انھیں یقین ہو گیا کہ اب راستہ صاف ہے۔ وہ بھاگے اور لان پار کر کے قلابازی کھا کر دیوار پار کی۔ یہ سب ایک ہی حرکت میں ہو گیا۔ پھر وہ دونوں رات کے اندھیرے میں ضم ہو گئے۔

ہوا ٹھنڈی تھی۔ شہر کے کسی گھنٹہ گھر نے گیارہ کا گھنٹہ بجایا۔ اس علاقے میں پیڑوں کے سائے میں ہی سڑکیں سنسان تھیں۔ شہر کے بیچ میں مختلف سڑکوں کے کنارے پر چائے یا پان کی دکان نہیں تھی کہ ان دکانوں کی روشنی ہی سے سڑک کا اندھیرا دور ہوتا۔ حالاں کہ وہ لڑکے اس علاقے سے ناواقف تھے، پھر بھی بہت تیز جا رہے تھے۔ کسی منصوبے کے بغیر شہر کے وسط کی طرف بڑھ رہے تھے۔

واقعات سے بھرپور رات تھی۔ یہ بات کہ انھوں نے کڑیاں جوڑلی ہیں۔ ناگیا صاحب اور مانی ویل صاحب کے سامنے فوراً پہنچنی چاہئیں۔ اس وقت تو فوقیت صرف اسی بات کو حاصل تھی۔ دیر نہیں ہونی چاہیے۔

گولو روی کے ساتھ پولس کے صدر دفتر جانا چاہتا تھا۔ مگر روی نے منع کیا۔ ناگیا صاحب کی ہدایت بالکل صاف تھی۔ ان تک کوئی پیغام پہنچانے کے لیے روی یا کمار کو ذریعہ بنانا تھا۔ گولو کو پولس سے دور رہنا تھا۔

نہ چاہتے ہوئے بھی گولو کو ماننا پڑا۔ پھر جب وہ صدر بازار پہنچے، دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوگئے۔ گولو کلینک کی طرف تیزی سے بڑھ گیا۔

شہر میں بھی رات کے وقت کافی سناٹا ہو جاتا ہے۔ لڑکے کو سڑک پر پیدل چلنے والے بہت کم ملے۔

کچھ لوگ تو تجسس سے اسے دیکھنے لگے کہ یہ نوعمر لڑکا اتنی تیزی سے جارہا ہے۔ پال کے کلینک تک پہنچتے پہنچتے گولو تھک کر چور ہو گیا تھا۔

چیمبر میں ویسے ہی اندھیرا تھا جیسے وہ چھوڑ گیا تھا۔ اپنی ٹارچ کی مدد سے لڑکا پڑوس کی دیوار سے کود کر پچھلے حصے میں آگیا۔ اپنی جیب سے چابی تلاش کی، پچھلا دروازہ کھول کر اندر جانا چاہا مگر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی دروازے پر تالا نہیں تھا۔

گولو کے دل میں ایک خوف کی لہر سی دوڑ گئی۔ کیا کوئی تالا توڑ کر اندر گھس گیا؟ کیا کوئی اندر ہے؟

"چھوتے ہی دروازہ کھل گیا۔ اس نے گردن ڈال کر اندر کی آوازیں سننے کی کوشش کی۔ اندر خاموشی تھی۔

اندر کی طرف کے پچھلے کمرے میں اس نے ٹارچ کی روشنی میں دیکھا۔ وہ خالی تھا۔ دبے قدموں سے وہ سامنے کے کمرے کی طرف گیا۔ ہاتھ بڑھا کر بتی جلائی۔

پال صاحب کمرے کے بیچوں بیچ اپنی کرسی پر بیٹھے تھے۔ جوتوں کے بغیر ان کے پاؤں سامنے کے بنچ پر پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔

"آجاؤلڑکے"۔اس نے کہا۔"میں تمھارا بہت دیر سے انتظار کررہا ہوں"۔

اپنے دوست سے الگ ہو کر روی جتنی جلد ہو سکے، پولس کے صدر دفاتر پہنچنا چاہتا تھا۔وہ شہر کے اس علاقے سے اتنا زیادہ واقف تھا جتنا اپنے ہاتھ کی ہتھیلی سے۔ہر گلی ہر کوچہ اور ہر چھوٹا راستہ۔زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ وہ عمارت اس کے سامنے تھی۔

رات کے اس پہر بھی پولس کے صدر دفتر میں چہل پہل تھی۔وہ روشنیوں سے جھلملا رہا تھا۔ روی کو بغیر روک ٹوک کے اندر جانے کی اجازت مل گئی۔مگر رات کی ڈیوٹی پر ایک کانسٹبل نے بتایا کہ نہ تو ناگیا صاحب اور نہ ہی مانی ویل صاحب وہاں موجود ہیں۔

یہ نشے کے خلاف جو جدو جہد چل رہی تھی اسے کافی خفیہ رکھا جاتا تھا۔اس لیے پولس والے کو یہ نہیں معلوم تھا کہ روی کون ہے۔جب روی نے کمشنر سے بات کرانے کے لیے کہا تو وہ پولس والا بگڑ گیا۔

تم جیسے بے کار لڑکے کو کمشنر سے ایسا کیا کام ہے؟شک کے انداز میں اس نے پوچھا۔روی کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کرے۔مگر قسمت سے اس وقت کمار صاحب اندر داخل ہوئے اور روی کو دیکھ لیا۔روی،کمار کی طرف لپکا۔

"کمار صاحب ناگیا صاحب سے ملنا بہت ضروری ہے،میرے پاس کچھ معلومات ہیں"۔

سادی وردی والے اس آدمی نے لڑکے کے چہرے پر کھلبلی کے آثار پڑھ لیے اور بغیر پوچھ تاچھ کے فون اٹھا کر ایک دو کال کیں۔"وہ آدھے گھنٹے میں آرہے ہیں"۔

اس نے روی کو بتایا۔"اس بیچ میں تمھارے لیے کچھ چائے وغیرہ کا بندوبست کرتا ہوں"۔

جب وہ چائے پی رہے تھے تو کمار نے بتایا کہ اب اُسے نگرانی کے کام سے ہٹا لیا گیا ہے۔کمشنر کو گولو کا پیغام پہنچا دیا گیا تھا کہ پال نے کمار کو پہچان لیا ہے اور اس کے بعد اسے اور اس کے ساتھی کو ہٹانے کا فیصلہ لیا گیا تھا۔

"ایک نئی ٹیم بھیجی جائے گی"۔کمار نے پرخیال انداز میں کہا۔

"ضروری نہیں اگر ہم ہی مدد کریں تو"۔روی نے کہا اور کمار اس بات پر کچھ چونک سا گیا۔

نانگیا صاحب اور مانی ویل صاحب دونوں لگ بھگ ساتھ ہی ساتھ آئے۔ کچھ منٹ بعد ہی روی ان کے ساتھ کمشنر کے کمرے میں بیٹھا تھا۔ اس نے باریک سے باریک تفصیل بھی ان لوگوں کے سامنے دوہرا دی اور اس رات کے سارے واقعات انھیں بتا دیے۔ روی کی کہانی ختم ہوتے ہوتے ان افسران کے چہروں پر صاف طور سے جوش پڑھا جا سکتا تھا۔

اب ہم اسے پکڑ لیں گے۔ مانی ویل نے خوشی سے پھولے نہیں سماتے ہوئے کہا۔

"تم دونوں نے آج کی رات جو حاصل کیا ہے وہ کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔ اب ہم ان غنڈوں کو پکڑ لیں گے!"

"تب بھی جب کہ ہم اس ڈیری فارم کے بارے میں صحیح طرح نہیں جانتے"۔

روی نے بے ساختگی سے پوچھا۔

بغیر کسی شک و شبہے کے۔ جو باتیں تم نے ہمیں بتائی ہیں وہ بہت کافی ہیں۔ تم دونوں کا بہت بہت شکریہ۔ اب تو ہمارے پاس اس ڈرگ کنگ کا حلیہ بھی ہے۔ اس کا نام بھی ہے۔ اس کی کار کا نمبر بھی ہے اور اس جگہ کا اندازہ بھی ہو گیا ہے کہ معمل (لیباریٹری) کہاں ہے۔ ان میں کسی ایک چیز کا پتہ ہمیں چلتا تو وہ بھی ان بدمعاشوں کو پکڑنے کے لیے کافی ہوتا۔ ان چاروں چیزوں کی معلومات کے بعد تو اس کے بچنے کا اب کوئی امکان نہیں ہے"۔

"مانی ویل اس کے باوجود ہمیں کافی ہوشیار رہنا ہوگا"۔ نانگیا صاحب نے کہا۔ "ہمارے سب سے معتمد آدمیوں کو سونگھنے پر لگا دو۔ اگر اس کو ہماری کاروائی کی ذرا سی بھی بھنک مل گئی تو وہ کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے"۔

ٹھیک ہے نانگیا۔ افسوس کہ ہم پیارے لال کو پوچھ تاچھ کے لیے نہیں اٹھوا سکتے۔ ہم اس مغرور جانور 'ڈرگ کنگ' کے رہنے کی جگہ اس سے اگلوا لیتے۔ اس سے ہمارا کام بہت آسان ہو جاتا۔ ہے نا؟ مگر ہم اس وقت یہ جوکھم مول نہیں لے سکتے"۔

"گولو کے بارے میں کیا سوچا ہے جناب"۔ روی نے پوچھا۔ کیا اس کو اب اس جگہ سے نہیں نکال لینا چاہیے"۔

"نہیں روی ابھی نہیں"۔ نانگیا صاحب نے گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ ہمارا خیال اب

بھی وہی ہے کہ ایسا کوئی کام نہ کرو جس سے ان کے پورے نظام میں سے کسی کو ذرا سا بھی شک ہو جائے۔ ہم گولو کو تب بلائیں گے جب ہمیں نشہ بنانے والی لیب کا پتہ چل جائے گا اور ہم چھاپہ مارنے جائیں گے"۔

گولو کافی محفوظ ہے۔ مانی ویل نے کہا اور روی نے اثبات میں گردن ہلائی۔

"ارے ہاں ایک بات اور روی"۔ نانگیا صاحب نے اس انداز میں کہا جیسے بھول ہی گئے ہوں۔

"ہم نے کمار اور اس کے ساتھی کو اس جگہ سے ہٹالیا ہے۔ ہم نے سوچا تھا کہ نئی ٹیم کل بھیج دی جائے گی۔ مگر اب جب کہ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ سکھیا اپنے آدمی وہاں بھیج رہا ہے تو دوسروں کو وہاں بھیجنا احمقانہ بات ہو گی۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو؟

"ہاں صاحب"۔ روی نے اتفاق کیا۔ جیسا کہ آپ نے کہا ان بدمعاشوں کے پاس پولس کو سونگھنے کی صلاحیت ہے۔ چاہے جیسا بھی بھیس پولس والے بدل لیں"۔

اس لیے گولو کو کچھ وقت پولس کی حفاظت کے بغیر رہنا ہو گا۔ لیکن ہم اس سے پریشان نہیں ہوں گے۔ اس پر کسی کو شک ہو گا ہی نہیں"۔

لیکن وہ حقیقتاً اکیلا نہیں ہو گا جناب"۔ روی نے پولس کمشنر کو یاد دلایا۔ "میں وہاں رہ کر نظر رکھوں گا"۔

دونوں افسر مسکرا دیے۔ روی کی اپنی دوست کے لیے وفاداری اٹوٹ تھی۔

"ٹھیک ہے پر خیال رکھنا روی۔ کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ ان لوگوں کو شک ہو جائے"۔

نانگیا صاحب نے ہدایت دی۔

ابھی روی کو ایک کام اور کرنا تھا۔ پولس کے آرٹسٹ کو نیند سے اٹھا کر فوراً صدر دفتر بلوایا گیا۔ یہ کام نانگیا صاحب کے حکم پر ہوا۔ دونوں افسر بیٹھ کر کام کرنے لگے جیسے آپریشن اسمیک کا نام دیا تھا۔ اُس پر، تب روی پولس آرٹسٹ کے ساتھ بیٹھ کر سکھیا کی تصویر بنوانے میں مدد کرنے لگا۔ جب تصویر بن گئی تو روی اور آرٹسٹ دونوں مطمئن نظر آئے۔

پولس کی گاڑی نے اُسے اپنے گھر سے آدھا میل دور چھوڑ دیا۔ جب وہ بستر پر لیٹا تو پشیمانی کی

ایک کسک سی اس کے دل میں اٹھی۔ ڈرگ کنگ کا پیچھا کرنا اور اس میں پیدا ہونے والا جوش اس کے لیے ایک ٹانک جیسا تھا۔ بہت ہی برا ہو گا جب یہ سب ختم ہو جائے گا۔ فوراً ہی اس کو اپنا آنے والا کل یاد آیا جس میں اُس کا مستقبل تاب ناک تھا۔

ایک لمحے کے لیے تو گولو جیسے جڑ ہو گیا ہو۔ جھٹکے اور خوف سے مفلوج۔ اپنی بے پناہ قوت ارادی سے اس نے اپنے چہرے کے بگڑے نقوش کو ایک مسکراہٹ میں تبدیل کیا۔ "پال صاحب! آپ نے تو مجھے خوف زدہ کر دیا تھا۔ آپ یہاں اندھیرے میں اس طرح کیوں بیٹھے ہیں؟"

پال نے گولو کے چہرے پر دوڑنے والی ڈر کی لہر کو محسوس کر لیا تھا۔ لیکن لڑکے کی حق گوئی پر کہ وہ ڈر گیا تھا۔ ذہن میں شبہات داخل ہونے لگے۔ کیا یہ خوف غلط کام کا نتیجہ تھا؟ یا پھر اس نوعمر کا صحیح رد عمل تھا جو کہ اس کے سامنے اچانک ایسی چیز آ گئی تھی جس کی اسے بالکل توقع نہیں تھی؟

"تم مجھ سے کوئی سوال نہیں کرو گے لڑکے"۔ اس نے سختی سے کہا۔ "میں تم سے سارے سوالات کروں گا...... کہاں تھے تم اتنی دیر تک رات میں۔

میں فلم دیکھنے گیا تھا صاحب"۔ تاج سینما میں رات کا شو دیکھنے گیا تھا"۔ شک کا جو بلبلہ پال کے دماغ میں اٹھا تھا اس میں سوراخ ہو گیا۔ ایک قابل یقین وضاحت تھی۔ مگر وہ پوچھ تاچھ کرتا رہا۔

"ایک فلم ہے نہ "تمھارے پاس پیسے کہاں سے آئے"۔

"آپ نے ہی تو مجھے دس روپے دیے تھے۔ کیا آپ کو یاد نہیں رہا"۔

"پال کو اچھی طرح یاد تھا۔ "فلم کا کیا نام تھا۔ اس نے پوری طرح یقین کرنے کے لیے پوچھا۔

"چرس۔ جناب"۔

پال کو ایسا لگا جیسے کسی نے اس کے تھپڑ مارا ہو۔ وہ گولو کے تاثرات کو غور سے دیکھنے لگا۔ چرس، منشا، کیا لڑکا کچھ کہنا چاہ رہا ہے؟ یا پھر یہ ایک سیدھا جواب ہے"۔

"تم نے اس دس روپے میں سے ایک ٹارچ بھی خریدلی"۔ بہت خوب۔ اپنے غصّے پر قابو پاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"میں یہاں آنے سے پہلے کوئی محتاج نہیں تھا صاحب۔ میرے پاس بھی کچھ پیسے تھے۔ میں ان پیسوں میں یہ ٹارچ خریدلایا۔ کیوں کہ مجھے رات میں ضرورت پڑتی ہے"۔

"لڑکے تم نے پیچھے والے حصّے میں تالا کیوں لگایا تھا"۔

"یہ محفوظ ہے صاحب۔ سامنے کے دروازے پر لگا تالا، چور کو بتانے کے لیے کافی ہے کہ گھر خالی ہے۔

پال کے دماغ سے سارے شکوک رفع ہوگئے۔ "اگلی بار تمھیں جانا ہو تو میری اجازت لینا ہوگی۔ آگیا تمھاری سمجھ میں"۔

"ٹھیک ہے صاحب۔ لیکن آپ نے میرے سوال کا جواب نہ دیا۔ آپ یہاں اتنی رات گئے کیوں آئے تھے"۔

"میرے پاس ایک ناگہانی افتاد والا کیس آگیا تھا۔ یہاں دوائیں لینے آیا تھا۔ اتفاق سے میرے پاس تالے کی دوسری چابی تھی"۔

اس نے جوتے پہنے، کھڑا ہوا اور جانے کے لیے تیار ہوگیا۔ گولو نے سامنے کا دروازہ کھولا اور پال کڑوی سی شب بخیر کہتا ہوا گلی میں چلا گیا۔

دروازہ بند کرتے وقت گولو نے اطمینان کی سانس لی۔ کیا بال بال جان بچی ہے ۔ یہ تو اس کی قسمت تھی کہ رات کو جاتے وقت وہ ایک سنیما ہاؤس کے سامنے سے گزرے تھے اور اس کے بورڈ پر اتفاقاً نظر پڑ گئی تھی جس پر چلنے والی موجودہ فلم کا نام لکھا تھا اور یہ بھی اتفاق تھا کہ پال نے اس فلم کے اداکاروں کے بارے میں یا فلم کیسی ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔

پھر بھی گولو کے دماغ میں کوئی چھوٹی سی بات چبھ رہی تھی۔ وہ بات اس کا اعلان کررہی تھی کہ سکون وقتی ہے۔ اس کا راز تو اس وقت کھلا کہ وہ بات تھی کیا۔ جب وہ اپنا بستر بچھا کر لیٹ گیا اور وہ بات تھی کہ پال کی ناوقت اچانک آمد نے کن شبہات کو اُجاگر کیا تھا۔

پہلے تو پال کا اسکوٹر جو وہ اپنے کلینک کے سامنے کھڑا کرتا تھا وہاں نہیں تھا، اس وقت جب گولو آیا تھا۔ کیوں کہ اسکوٹر وہاں ہوتا تو گولو کو وقت سے پہلے سنبھلنے کا موقع مل جاتا۔ یہ بات بھی غیر اطمینان بخش تھی کہ پال چیمبر تک پیدل ہی آیا ہوگا اور خاص طور پر اس وقت جب کوئی ناگہانی کیس ہو۔ جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے اسکوٹر کہیں اور کھڑا کیا تھا۔ ایسی جگہ جہاں آسانی سے نظر نہ آئے۔

اگر وہ سچ مچ دوائیں لینے ہی آیا تھا تو اسکوٹر چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔ سوائے اس کے کہ وہ گولو پر شک کر رہا تھا اور اس کی جاسوسی کرنے آیا تھا اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

اس کے علاوہ بھی اگر وہ واقعی جلدی میں تھا اور دوائیں لینے آیا تھا تو اطمینان سے جوتے اتار کر اس کا انتظار کرنے کا کیا مطلب تھا؟ اور خاص بات یہ تھی کہ پال جب باہر گیا تھا تو اپنے ساتھ کوئی بھی دوا نہ لے گیا تھا۔ گولو میں اتنی طاقت نہ تھی کہ ان خیالات سے لڑ سکتا۔ رات کی تمام بھاگ دوڑ سے وہ تھک چکا تھا۔ پال اور اس کی الٹی سیدھی کارروائی کل تک انتظار کر سکتی تھی۔

پال اندھیرے میں اپنے اسکوٹر کی طرف چل پڑا۔

تو اس کے وہم جو گولو کے بارے میں تھے بے بنیاد تھے۔ سوچتے ہوئے پال نے محسوس کیا کہ اس نے شبہے کی جو وجہیں سوچی تھیں پہلی ہی نظر میں بے کار ثابت ہو رہی تھیں۔ لڑکے نے بنیادی تعلیم اپنی ماں سے لی تھی۔ یہ کوئی خاص بات نہ تھی۔ اس نے ایلائڈ کیمکل کمپنی کے آفس تک پال کا پیچھا کیا تھا، جس میں ایک بچکانہ اناڑی پن تھا۔

بس شک کی جو خاص وجہ تھی۔ وہ تھی مہیپا اسکوٹر پر ان دو آدمیوں کا پیچھا کرنا۔ وہ لوگ جب ہی اس کا پیچھا کرتے تھے جب گولو اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ حالاں کہ گولو نے بڑی کامیابی سے ان کے اسکوٹر کے ٹائروں میں پنکچر کر دیا تھا۔ جب پال نے اس سے کہا تھا۔

اور سب سے بڑی اور مضبوط وجہ گولو پر شک نہ کرنے کی یہ تھی کہ کاکا اسے پال کے پاس خود پہنچا گیا تھا۔

ڈاکٹر نے سر کو جھٹکا۔ اسکوٹر اسٹارٹ کیا اور چلا گیا۔ پھر اچانک کچھ سوچ کر اس نے راستہ بدل دیا اور تاج سنیما ہال کی طرف چل دیا۔

خاصی دور سے اس نے روشنی سے بھرپور بورڈ پر موٹے لفظوں میں "چرس" لکھا ہوا دیکھا۔ وہ مڑ کر گھر کی طرف جا سکتا تھا۔ لیکن اس نے سنیما کے احاطے میں پان کی ایک ادھ کھلی دوکان دیکھی اور پان کھانے کے لیے دوکان پر چلا گیا۔

اسکوٹر کو چلاتا ہوا ٹھیک اُس بورڈ کے نیچے جا کر رُکا اور اسکوٹر کو وہیں کھڑا کر دیا۔

ٹھیک اسی وقت اس نے دیکھا کہ روشنی میں وہ چھوٹا سا خانہ بورڈ کے اوپر ایک کونے میں بنا تھا دور سے گولو کو نظر نہیں آیا ہو گا جس پر لکھا تھا۔

"اگلی فلم"

پال کی سانس تیز ہو گئی۔ اُس کے سارے اوہام جو پہلے بے بنیاد ثابت ہو رہے تھے دوبارہ اُبھر آئے۔

وہ اس بات کا یقین کرنا چاہتا تھا اور پان والے نے اس کی تصدیق بھی کر دی۔ ایک دوسری فلم اس سنیما ہال پر چل رہی تھی۔ 'چرس' تو اگلے ہفتے لگنے والی تھی۔ اس کا مطلب ہے گولو نے جھوٹ بولا۔

پال غصے سے پھنکارا اور اپنے گھر چلا گیا۔

پھنس گئے

روی پر بھی رات اچھی نہیں گزری تھی کیوں کہ وہ دیر رات تک جاگتا رہا تھا۔ جلدی ہی اٹھ گیا تھا اور صبح کے سات بجتے بجتے وہ اپنی مخصوص جگہ پال دواخانے کے سامنے پہنچ چکا تھا۔

وہاں ہر روز کی طرح حالات معمول پر تھے۔ وہی پرانے پیدل چلنے والے تیزی سے آجا رہے تھے۔ وہی پرانا سادو غلی نسل کا کتا کوڑے کے کچرے میں سونگھتا پھر رہا تھا اور وہی پرانی بو اُس ڈھابے کے پاس سے آ رہی تھی۔ اس سڑک کے رہنے والوں کے لیے وہ بس ایک دوسری صبح تھی۔

DEVANAND
CHARIS

مگر روی اپنی ہڈیوں میں محسوس کر رہا تھا کہ کسی بھی حالت میں گولو اور اس کے لیے وہ دن دوسرے دنوں سے مختلف تھا۔ نانگیا صاحب اور مانی ویل صاحب کو جو اسمیک کی فیکٹری سے متعلق امکانی جگہ کے اشارے دیے تھے اس کی وجہ سے ان لوگوں نے شدید مگر خاموشی سے اس کی تلاش شروع کر دی تھی۔ اب زیادہ دیر نہیں تھی کہ اس جگہ کا پتہ چل جاتا اور مجرم پکڑے جاتے۔

اور شاید یہ اس کا اس سڑک پر آخری دن ثابت ہونے والا تھا جو یہاں گزار رہا تھا۔ اچانک کچھ ہوا جس کی وجہ سے اس کے خیالات کا تانتا ٹوٹ گیا۔ اس نے دیکھا کہ دو لوگ کسی مقصد کے تحت سڑک پار کر کے آئے اور ڈھابے میں چلے گئے۔ ان دو لوگوں کی موجودگی سے سڑک پر جو حسب معمول زندگی رواں دواں تھی۔ وہ کسی حد تک گڑبڑا گئی تھی۔ روی نے انھیں پہچان لیا۔

ان میں سے ایک کاکا تھا۔ دوسرا چہرا اس نے کمشنر کے کمرے میں تصویر میں دیکھا تھا جسے گولو نے شیرو نام دیا تھا۔

لیکن ان بدمعاشوں کی موجودگی نے روی کے دماغ میں کسی شبہہ کو جنم نہیں دیا۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ سکھیا کے کچھ پالتو غنڈوں کے آنے کی امید لگائے بیٹھا تھا۔ وہ لوگ پال کی شکایت پر مشاہدے کے لیے تحقیقات کرنے آئے تھے کہ کوئی اس کا پیچھا کرتا ہے۔

صبح دس بجے کے قریب کاکا اور شیرو ڈھابے سے باہر آئے۔ سڑک کے دونوں طرف دیکھا اور روی کو دیکھتے ہی اکڑتے ہوئے اس کی طرف آئے۔ کاکا نے ایک پیر آگے بڑھا کر اپنے جوتے کی طرف اشارہ کیا اور خاموشی کی زبان میں حکم دیا وہ جوتے پر پالش کرانا چاہتا ہے۔

روی نے جوتے پر پالش لگانا شروع کیا تو کاکا نے کہا۔ کافی دن سے ہے یہاں پر لڑکے؟"

"کافی دن سے"۔ روی نے رواداری میں جواب دیا۔

کیا تم نے پچھلے کچھ دن سے کوئی پیلا اسکوٹر یہاں آس پاس کھڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے؟"

"ہاں اس میں دو آدمی ہوتے تھے۔ ایک اُسے چلاتا تھا اور ایک بیٹھتا تھا"۔

"کیا تم ان کے چہرے کے خدوخال بیان کر سکتے ہو لڑکے؟" میں پیروں پر دیکھتا ہوں چہروں

پر نہیں، کاکا کے جوتوں پر پالش ختم کرتے ہوئے اُس نے کہا۔ پھر ایسے جیسے کچھ اور بھی خیال آیا ہو، اس نے اپنی بات میں اضافہ کیا۔

میری بات پر دھیان دیں صاحب۔ ان دونوں کو لے کر کچھ گڑبڑ تھی۔ وہ مشکل سے ہی کہیں جاتے تھے۔ دن میں زیادہ وقت تو وہ چھپیا اسکوٹر کھڑا ہی رہتا تھا۔ اب اگر میرے پاس ایک چھپیا اسکوٹر ہوتا تو میں تو اُسے ایک منٹ کے لیے بھی کھڑا نہ رکھتا"۔

"مگر تمھارے پاس تو ہے نہیں؟ یا ہے؟" کاکا نے مذاق کیا اور ایک روپے کا سکہ اُچھال کر روی کو دیا۔

"شکریہ صاحب۔ اور ذرا سوچیے کیا ہوا ہوگا۔ جب کسی نے کل اس چھپیا اسکوٹر کے تینوں ٹائروں میں پنکچر کر دیا۔ مالک کتنے غصے میں تھا۔ میں آپ کو کیا بتاؤں"۔

"ہا، ہا۔ یہی سزا ملی اُسے"۔ کاکا نے ہنستے ہوئے کہا۔ وہ اور اس کا چمچہ چلے گئے۔ روی نے اُنھیں سڑک پار کر کے پال دواخانے کے اندر جاتے دیکھا۔

پال کے چیمبر کا ماحول بڑا مصنوعی سا تھا اور یہ ماحول جب ہی سے تھا جب پال صبح وہاں آیا تھا۔ پال کے رویّے میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جس سے گولو پریشان ہوتا۔ اس کے انداز میں ذرا بھی اس بات کا شائبہ نہیں تھا کہ کل رات لڑکے کے بیانات کو اس نے سچ نہیں جانا ہے۔ لیکن گولو کی چھٹی حِس نے اسے کچھ پریشان کر رکھا تھا۔ ایسا کیوں، یہ اسے بھی نہیں معلوم تھا۔

گولو نے پہلے تو اپنا منصوبہ بنایا تھا کہ وہ پال سے شام کی چھٹی مانگے گا۔ وہ اپنی ماں اور گیتا سے بات کرنے کو بے چین تھا۔ لگ بھگ ایک ہفتہ سے وہ ان لوگوں سے بالکل الگ ہو گیا تھا۔ مگر پچھلی رات جو کچھ ہوا تھا اس کے بعد گولو نے اپنے ذہن کو بدل لیا تھا۔ یہ اس طرح کی گذارش کرنے کا کہ صحیح وقت نہیں تھا۔ یہ تو طے تھا کہ پال نے کچھ نہ کچھ گڑبڑ محسوس کر لی ہوگی۔

گولو نے ان شبہات کو ختم کر دیا تھا۔ مگر اب وہ شام کی چھٹی مانگتا تو پال کے دماغ میں جو بھی شبہات تھے وہ پھر سے زندہ ہو سکتے تھے۔ اُسے نرسنگ ہوم جانے کے بارے میں ایک دن اور ٹال دینا چاہیے۔

اور ہو سکتا ہے کہ پال سے شام کی چھٹی مانگنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ روی نے اب تک کمشنر صاحب یا نار کو ٹکس کے آفس سے رابطہ بنا ہی لیا ہوگا۔ تو پھر اس کام کے ختم ہونے میں بھی زیادہ دیر نہیں ہے اور پھر تو وہ اپنی ماں اور گیتا کے پاس چلا ہی جائے گا۔

مگر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب پال نے خود اسے چھٹی کی پیش کش کی۔

"لڑکے، میرے پاس آج شام کچھ خاص مہمان آنے والے ہیں۔ مجھے تمھاری ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے آج شام تمھاری چھٹی ہے۔ مگر شام کو ٦ بجے تک واپس آجانا۔ ٹھیک ہے؟"

"شکریہ پال صاحب"، گولو نے گرم جوشی سے کہا۔ اس کی آواز میں شکر کی جو آمیزش تھی وہ بہت سچی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ہی کلینک کے سامنے کا دروازہ کھلا اور کاکا اور اس کے پیچھے شیر واندر داخل ہوئے۔ دونوں بدمعاشوں نے پال کی خیر و عافیت پوچھی اور گولو سے بھی اس کا حال چال پوچھا۔ پھر وہ ایک بنچ پر بیٹھ گئے۔ پال نے گولو کو ڈھابے سے کچھ چائے لانے کے واسطے بھیج دیا۔

"آقا نے ہمیں حکم دیا تھا کہ تمھاری شکایت پر چھان بین کریں"۔ کاکا نے بات کی شروعات کی۔

"شکایت، کیسی شکایت؟" پال کچھ بے چین سا ہو گیا اور پہلو بدلنے لگا۔

"کیا تم نے شکایت نہیں کی تھی کہ تمھارا پیچھا کیا جاتا ہے؟"

"ارے وہ...... ہاں۔ کیا موہن نے تمھیں یہاں بھیجا ہے"۔

"نہیں ہمارے پاس سارے احکامات سیدھے اوپر سے آتے ہیں"۔

وہ بھی کسی دوسرے کے ذریعے ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ سب سے اوپر کون آدمی ہے۔

"نہ ہی مجھے معلوم ہے" پال نے اعتراف کیا۔ "یہ صحیح ہے کہ میرا پیچھا کیا جارہا تھا۔ دو آدمی تھے۔ ایک چھپا اسکوٹر میں۔ مجھے کچھ شک ہے کہ وہ سادی وردی میں پولس والے تھے"۔

ہاں لیکن اب وہ وہاں نہیں ہیں۔ میرا خیال ہے تم نے ان کے ٹائروں کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس سے ان لوگوں کو نصیحت مل گئی ہے"۔

"کیا تمھیں یقین ہے؟"

"ہاں ہم پوچھ تاچھ کرتے پھر رہے تھے اور ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ نیچے تک سب سے کہہ دیں کہ سب اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھیں۔ ہو سکتا ہے ہمارے بیچ کوئی دوسرا جاسوس چھپا ہو۔ سمجھ گئے تم"۔

ایک لمحے کے لیے تو پال کے دماغ میں آیا کہ گولو کے بارے میں اپنے شبہے کا اظہار کر دے مگر عقل نے منع کیا۔ کاکا ہی تو گولو کو پال تک لایا تھا۔ اُس کو زیادہ ثبوتوں کی ضرورت ہوگی، اس آدمی کو یقین دلانے کے لیے اور شاید آج شام کو ہی اُسے یہ ثبوت مل جائے۔

"میں بالکل ایسا ہی کروں گا"۔ پال نے دونوں کو یقین دلایا۔

پھر وہ لوگ پال کا پیچھا کرنے والوں کے حلیوں کے بارے میں بات چیت کرنے لگے۔ اتنے میں گولو چائے لے کر آگیا۔ پھر پال کی ضیافت سے لطف اندوز ہو کر وہ دونوں چلے گئے۔

باقی کی صبح گولو نے بے چینی سے گزاری، کیوں کہ وہ پال کے ساتھ ہی کمرے میں رہا۔ سکون جب ملا جب لگ بھگ ایک بجے وہ کھانا کھانے دواخانے سے باہر نکلا اور ڈھابے کی طرف گیا۔

حالاں کہ ابھی پوری دوپہر پڑی تھی پھر بھی وہ جلدی میں تھا۔ اپنے گھر والوں سے ملنے کی بے پناہ خواہش کی وجہ سے اُس نے جلدی جلدی کھانا کھایا۔ جب وہ ڈاکٹر مہتہ کے نرسنگ ہوم کی طرف چلا تو روی کی طرف دیکھ کر بازاری انداز میں انگوٹھا دکھایا۔

روی نے اندازہ لگایا کہ گولو نرسنگ ہوم کی طرف جارہا ہے۔ کیا اُسے اپنے دوست کا پیچھا کرنا چاہیے۔ وہ دوہرے خیال میں اُلجھ گیا، جائے یا نہ جائے۔ پھر یہ سوچ کر کہ گولو اپنے گھر والوں سے مل کر واپس آجائے گا، روی نے بہت تیزی سے فیصلہ لیا اور گولو کے پیچھے جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ کیوں کہ اس کے پیچھے جانے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ جہاں ہے وہیں رہ کر بہتر طور پر کام کر سکتا ہے۔

اس نے دیکھا کہ پال بھی اپنے چیمبر سے نکلا۔ ڈاکٹر نے دروازے پر تالا لگایا اور روی کے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ ڈاکٹر نے اپنا اسکوٹر نہیں سنبھالا۔ اس کے بدلے ٹہلتا ہوا بغیر کسی

جلدی کے پیدل ہی اس طرف کو چل دیا۔ جدھر گولو گیا تھا۔ حالاں کہ پال کے چلنے کے انداز میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جس سے یہ اندازہ ہو تا کہ وہ گولو کے پیچھے جائے گا۔ روی کے ذہن میں کوئی وسوسہ نہیں اُٹھا جب اس نے ڈاکٹر کو واپس آتے دیکھا۔

پال کی وہ اطمینان والی چال بس ایک ڈراما تھی وہ اُن لوگوں کو تاثر دینا چاہتا تھا۔ جو اگر ان لوگوں پر نظر رکھے ہوں تو دھوکا کھا جائیں۔ کچھ دور جا کر پال نے اس فریب کو ختم کیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا کہ کوئی اس کا پیچھا تو نہیں کر رہا۔ اس چیز سے مطمئن ہو کر پال نے اپنی رفتار بڑھائی اور گولو کے پیچھے اپنے مقصد کے حصول کے لیے چل دیا۔

اس کے کام کو گولو کے پیدل چلنے نے اور آسان بنادیا تھا۔ گولو کسی نامعلوم منزل کی طرف بڑھا چلا جارہا تھا۔ اگر وہ کسی بس وغیرہ میں چڑھتا تو پال کو شاید پریشانی ہوتی۔ یہ لڑکا کس طرح سے پیدل چل لیتا ہے، اس کی ٹانگیں تو کلو میٹر کے بعد کلو میٹر طے کرتی جارہی ہیں۔ پال زیادہ لمبا چلنے کا عادی نہیں تھا۔ کچھ ہی دیر بعد اُسے زبردست پسینہ آرہا تھا اور وہ ہانپ رہا تھا کیوں کہ اُسے اتنی محنت کرنے کی عادت نہیں تھی۔

لیکن آخر کار جب گولو اپنی منزل مقصود پر پہنچا تو پال کا تجسس اور زیادہ بڑھ گیا۔ گولو جیسے لڑکے کا اس شہر کے سب سے بڑے اور صاف ستھرے نرسنگ ہوم میں کیا کام؟ گولو اپنی جگہ جوش سے بھرا تیزی سے نرسنگ ہوم میں داخل ہوا۔ اسے عمارت کا نقشہ یاد تھا اور بغیر کسی رکاوٹ کے وہ سیدھا اس کمرے کی طرف گیا جس میں اس کے گھر کے لوگ تھے۔ ایک منٹ بعد ہی وہ اپنی ماں کی آغوش میں تھا۔

اس نے گولو کو اپنے سے بھینچ رکھا تھا۔ جیسے اُسے اب جانے ہی نہ دے گی۔ خود گولو نے اپنے کو الگ کیا اور اپنی بہن پر جھک گیا۔ گیتا بہت سکون سے رہ رہی تھی۔ اس جگہ ایک ہفتہ رکنے سے ہی اس میں زبردست تبدیلیاں آگئی تھیں۔ اس کے گال اُبھر آئے تھے اور ان میں اب زیادہ رنگ بھر گیا تھا۔ لگتا تھا کہ ایک ہفتہ پہلے کے مقابلے میں وہ اب کافی صحت مند تھی۔

بیٹے، تم محفوظ ہو۔ میں بتا نہیں سکتی کہ میں کتنی پریشان تھی، گلشن"۔

ماں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میرا کام بھی لگ بھگ پورا ہو چکا ہے، ہم نے پولس کمشنر اور نشیلی دواؤں کے افسر کو کچھ بہت ہی اہم اطلاعات پہنچادی ہیں۔ بس کچھ ہی دن کا معاملہ ہے کہ یہ پورا گروہ پکڑا جائے گا"۔

بھگوان تمھاری مدد کرے۔ ماں نے گرم جوشی سے کہا۔ تمھاری بہن پر تو ڈاکٹر مہتہ کی دوائی نے بڑی تیزی سے اثر دکھایا ہے۔ میرا خیال ہے یہ مہینے دو مہینے میں بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔ ڈاکٹر بھی بڑے مہربان اور سمجھ دار آدمی ہیں"۔

"میں جانے سے پہلے اُن کا شکریہ ضرور ادا کرتا جاؤں گا"۔

ہاں مل لینا۔ نانگیا اور مانی ویل صاحب بھی یہاں آ چکے ہیں۔ وہ لوگ گیتا کے لیے بہت سے پھل بھی لائے تھے۔ کتنے اچھے ہیں یہ لوگ گلشن۔ اتنے ہی مہربان اور لحاظ رکھنے والے ہیں، جب کہ کتنے مصروف اور ذمہ دار افسر ہیں"۔

ماں، گیتا کے بستر کی پائینتی پر بیٹھ گئی جب کہ گولو ایک اسٹول پر بیٹھ گیا۔ ماں اور بیٹا دونوں بات کرنے لگے۔ گولو کے سلسلے میں بات چیت نہیں ہو رہی تھی، کیوں کہ کمشنر صاحب نے کسی سے بھی اس سلسلے میں بات کرنے کو منع کر دیا تھا۔ وہ لوگ تو اسی طرح کی بات چیت کر رہے تھے کہ جب گولو کا یہ کام پورا ہو جائے گا اور سب ایک ساتھ ہو جائیں گے تو پھر گولو کیا کام کرے گا۔

اور باہر برآمدے میں پال ادھ کھلے دروازے سے سب باتیں سن رہا تھا۔ اس کا چہرہ خوف اور نفرت سے بھرا ہوا تھا۔ گولو کے جھوٹ نے تو جیسے اُس کی سانس ہی روک دی تھی۔

یہ لڑکا نانگیا اور مانی ویل سے کافی قریب تھا۔ پال نانگیا اور مانی ویل کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ لوگ کون ہیں"۔

"آپ میری ماں اور بہن پر بہت مہربان ہیں جناب"۔ گولو نے ڈاکٹر مہتا سے کہا۔

"میں آپ کا شکر گزار ہوں"۔

"میرے پیارے لڑکے۔ نانگیا نے مجھے تھوڑا سا تمھارے بارے میں بتایا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو۔ مجھے کہنے دو کہ تم بہت باہمت لڑکے ہو۔ میں اور زیادہ نہیں کر سکتا۔ مجھے تو تمھارا شکر گزار ہونا چاہیے"۔

اپنی بڑائی سے کچھ شرمندہ سا گولو ڈاکٹر سے اجازت لے کر چل پڑا۔ اپنے گھر والوں سے

رخصتی بالکل عام حالات میں ہوئی بغیر کسی جذباتی انداز کے۔ وہ دل ہی دل میں بہت خوش تھا کہ گیتا جلدی جلدی ٹھیک ہو رہی تھی اور اب پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔

جب اُس نے اسپتال کی عمارت چھوڑی تو افسوس اور خوشی کے ملے جلے تاثرات اُس کے دل میں تھے۔

ابھی اس کے پاس اور کچھ وقت باقی تھا، اپنے کام کی جگہ پر لوٹنے میں خود ہی سوچنے اور اپنے آپ سے بحث کرنے لگا کہ آیا پولس کے صدر دفاتر کی طرف جائے یا نہ جائے۔ دوسری طرف کیا ہو رہا ہے اس کا اُسے پتہ نہیں تھا۔ اس وجہ سے تشویش بہت زیادہ تھی۔ لیکن اُس نے نہ جانے کا فیصلہ کیا۔ ایک ذرا سا غلط قدم خاص طور سے اس وقت سارے منصوبوں کو تاش کے پتوں کی طرح بکھیر سکتا ہے۔

گولو نے اپنے کندھے اُچکا کر سیدھے کیے اور اپنی ہی خواہش کے خلاف لڑا کہ پال کے آفس نہ جائے اور خود کو شہر کی مانند میں واپس جانے کو طے کیا۔

جیسے جیسے وہ گولو کی باتیں سن رہا تھا تو اس کا ڈر کے مارے اتنا برا حال ہو گیا تھا کہ اس کی جی چاہ رہا تھا کہ اندر گھس جائے اور اس کا گلا دبا دے۔ بڑی ہی مشکل سے اُس نے اپنے اوپر قابو حاصل کیا اور اپنے کانوں کو اندر کی آواز پر لگائے رکھا اور سنتا رہا کہ اندر کیا بات چیت ہو رہی ہے۔ تبھی ایک نرس تیزی سے ادھر آئی اور پال کو مجبوراً وہاں سے ہٹنا پڑا۔

لیکن اس نے کافی کچھ سن لیا تھا۔ یہ لڑکا گولو جاسوس ہے۔ نانگیا اور رانی ویل کے ساتھ مل کر کام کر رہا ہے۔ یہ موذی لڑکا اس کی ہی گود میں پرورش پا رہا تھا۔ وہ جسے کاکا جیسا آدمی اُس کے پاس لایا تھا۔

ان تمام انکشافات کے بعد پال خوف زدہ سا نرسنگ ہوم کے دروازے سے لڑکھڑاتا ہوا نکل گیا۔ اُس کا دماغ اس اُفتاد سے نمٹنے کے لیے بڑی تیزی سے سوچ رہا تھا۔ لیکن کوئی بھی حل اُس کی عقل اور ذرائع سے بالاتر تھا۔ اُس کو فوراً مشورہ کرنا چاہیے۔

نرسنگ ہوم کی سامنے والی سڑک پر وہ بڑی بے چینی سے کسی ٹیلی فون کی تلاش میں گھوم رہا تھا۔ ایک کلومیٹر دور پر اُسے ٹیلی فون کا بوتھ ملا اور اس نے موہن کو فون ملایا۔

"مجھے آپ سے فوراً ملنا ہے موہن جی۔ ایمرجنسی ہے"۔

"دیکھو میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔ کیا رک نہیں سکتے؟"

"نہیں، مجھے فوراً ملنا ہے"۔

ایسا کیا ہے۔ کس قسم کی ایمرجنسی ہے کچھ تو تھوڑا سا اشارہ دو"۔

فون پر نہیں موہن جی"۔پال کی آواز میں خوف اور غصہ کی آمیزش تھی۔

"ٹھیک ہے آجاؤ"۔دوسری طرف سے حیران پریشان موہن نے فون پر کہا۔

"اور پال خوف زدہ بندر کی طرح شور مچانا بند کرو۔ دنیا ختم نہیں ہو رہی۔ ٹھیک ہے!"

"ہو سکتا ہے موہن جی۔"پال کا سانس پھول گیا۔ ہاں ہاں۔ ہو سکتا ہے ہم لوگوں کا خاتمہ ہو ہی جائے"۔

روی نے کھڑے ہو کر اپنے جسم کو ایک کھنچاؤ سا دیا۔ اس کے پٹھے دن بھر سیمنٹ کی سخت زمین پر بیٹھے بیٹھے اکڑ گئے تھے۔ انھیں ڈھیلا کیا۔ اس شہر کی گرد آلود فضا میں سورج لگ بھگ غائب ہو چکا تھا۔ اندھیرا زیادہ دور نہیں تھا۔ گولو کے واپس آنے کا وقت ہو چکا تھا۔

اس نے ایک جمائی لی اور اپنے اندر بھری ہوئی بوریت کو دور کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ گزری ہوئی رات کے علاوہ جس میں، میں نے کچھ کر دکھایا تھا، اس آپریشن کے سلسلے میں "۔اس نے خود سے کہا۔ باقی تو پورے دن اسی جگہ بیٹھ کر بور ہوتے رہو۔

اچانک اس کے پٹھوں میں کھنچاؤ پیدا ہو گیا اور ناگواری کی کیفیت اس کے ذہن سے غائب ہو گئی۔ ایک لمبی ویگن نما گاڑی اس سڑک پر دوسرے سرے سے داخل ہوئی اور پال کے دواخانے کے سامنے گھستی ہوئی رک گئی۔

تین آدمی کود کر اس گاڑی میں سے باہر آئے اور دواخانے کے دروازے کی سیڑھی پر چڑھ گئے۔ اس غائب ہوتی روشنی کے باوجود روی پہچان گیا کہ ان میں سے ایک پال تھا۔ ڈاکٹر تالا کھولنے میں کچھ ضرورت سے زیادہ وقت لے رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ضرورت سے زیادہ

نروس ہے اور اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

روی نے پال کے ساتھیوں کو پہلے بھی دیکھا تھا۔ سکھیا کے معتمد خاص جو پیارے لال اور اُس کے آقا کے پیچھے اس قیمتی سامان سے آراستہ ڈرائنگ روم میں اُس خوب صورت بنگلے کے اندر کھڑے ہوئے تھے۔

ان میں سے ایک غنڈے نے ناگواری کے انداز میں پال کے ہاتھ سے چابیوں کا گچھا لے لیا۔

روی نے پالش کا بکسہ لیا اور ڈھابے کے مالک کو جا کر دے دیا تاکہ وہ بکسہ حفاظت سے رہے ایسا وہ پچھلے کئی روز سے کر رہا تھا۔ پھر وہ ڈھابے کے پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور چائے پینے لگا اور ساتھ ہی پال کے چیمبر پر نگاہ بھی رکھے ہوئے تھا۔

شام کا جھٹپٹا پھیل رہا تھا جب اس نے گولو کو واپس آتے ہوئے دیکھا۔ ایک لمحے کو تو اس نے سوچا کہ وہ اپنے دوست کو اس بات سے آگاہ کرے کہ پال کے چیمبر میں کون ہے۔ لیکن اس نے یہ بات ذہن سے فوراً ہی ہٹادی گولو پر تو کسی کو بھی شک نہیں ہوا۔ وہ تو کسی خطرے میں نہیں ہے۔ آج صبح ہی توکاکا اور شیرو، پال کے پاس گئے تھے اور اس کے دوست کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔

چند منٹ بعد ہی وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ چائے وائے سب بھول چکا تھا۔ دواخانے کے دروازے سے آرہی روشنی میں اس نے دیکھا کہ گولو باہر نکلنے کے لیے جدوجہد کر رہا ہے۔ اس نے دیکھا کہ کچھ نامعلوم ہاتھوں نے اُسے اندر کھینچا اور لات مار کر دروازہ بند کر دیا۔ ایک خوف کی لہر روی کے بدن میں دوڑ گئی۔

ہے بھگوان یہ کیا ہو رہا ہے۔

چائے کے پیسے بڑی مشکل سے دے کر روی دوڑتا ہوا اندھیرے میں سڑک کے پار گیا اور پھلانگ کر وہ چھوٹی دیوار پار کرتا ہوا پال کے دواخانے کے پچھلے حصے میں پہنچ گیا۔

بس وہ یہیں تک کچھ کر پایا کیوں کہ پچھلا دروازہ اندر سے بند تھا۔

لیکن پھر بھی اسے مارنے کی آوازیں اور بار بار حلق سے نکلنے والی غراہٹوں کی آوازیں آتی رہیں۔

کتے..... کس کے لیے کام کر رہا ہے؟ تیرا آقا کون ہے؟"

گولو کی طرف سے کوئی جواب نہیں سنائی دیا۔

"یہ دوغلا کتا ہے"۔ دوسری آواز سنائی دی۔ "بہتر یہ ہے کہ ہم اسے باس کے پاس لے جائیں۔ وہ جانتا ہے کہ اس پلے سے کیسے اگلوایا جائے گا"۔

پال کی خوف زدہ سی آواز سنائی دی۔ ارے یہ تو ادھ مرا ہو گیا ہے۔ اس کو اور مت مارو، ورنہ یہ تو مر ہی جائے گا۔ جیسا یہ کہہ رہے ہیں اس کو باس کے پاس ہی لے جاؤ۔

مار پیٹ کی آوازیں بند ہو گئیں۔ روی کی قوت سماعت میں دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور وہ لوگ گولو کو لٹکائے ہوئے باہر نکل گئے۔ پال نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا۔ آلو کے بورے کی طرح گولو کو گاڑی کے فرش پر پھینک دیا۔ پھر دروازہ بند کر کے تالا لگادیا۔ پال تو وہیں کھڑا رہ گیا اور وہ دونوں بد معاش گاڑی کے اگلے حصے کی طرف گئے اور بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کیا۔

روی نے موٹر کی آواز سنی۔ وہ طوفان کی طرح دواخانے کے پچھلے حصے سے نکلا اور جیسے ہی گاڑی اس کے پاس سے نکلی وہ پچھلے حصے میں لٹک گیا۔ اس کے سیدھے ہاتھ میں گاڑی کے پچھلے دروازے کا ہنڈل تھا اور پیر گاری کے پچھلے بمپر پر جمے ہوئے تھے۔ زندگی کے خوف سے وہ اس خطرناک پکڑ کو مضبوطی سے جکڑے رہا۔ کیوں کہ اب گاڑی نے موڑ کاٹ کر رفتار انتہائی تیز کر دی تھی۔

پال، حیرت اور خوف سے وہیں اپنی سیڑھیوں کے پاس پتھر کا ہو گیا تھا۔ اس نے اندھیرے میں ایک سائے کو تیزی سے گاڑی کے پچھلے حصے پر چڑھتے دیکھا۔ لیکن اس کی بے ساختہ چیخ کو گاڑی کے انجن کی آواز نے دبادیا۔

پال بہت مجبور تھا۔ جتنی دیر میں وہ دوڑ کر اپنے اسکوٹر کو چلاتا اس سے پہلے ہی گاڑی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کو معلوم ہی نہیں تھا کہ باس کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔ اس وجہ سے وہ کسی قسم کی بھی اطلاع نہیں دے سکتا تھا۔

ڈاکٹر خوشامدی تھا۔ اچانک آنے والی مصیبت سے خوف زدہ ہو گیا۔ اپنے دواخانے میں گھسا دروازہ اور روشنی کو بند کیا اور اندھیرے میں خوف سے تھر تھراتا ہوا ایک کونے میں بیٹھ گیا۔

روی کے لیے سفر ایک خوف ناک خواب تھا۔ اس کے ہاتھ بری طرح اکڑ گئے تھے۔

ایک دو دفعہ تو اس کے پیر بھی پھسل گئے تھے۔ اس وقت تو وہ صرف ہینڈل پکڑ کر اس پر لٹکا رہ گیا تھا۔ اس کے جسم پر کئی شدید جھٹکے بھی لگے تھے اور چوٹیں بھی آئی تھیں۔ مگر استقلال کے ساتھ روی اپنے آپ کو اس گاڑی سے لٹکائے رہا جو کنکروں سے بنی سڑک پر تیزی سے جا رہی تھی۔

گاڑی شہری علاقے سے گزرتی ہوئی نواحی علاقے میں پہنچ گئی۔ پاس سے گزرتے ہوئے پیدل چلنے والے لوگ ہکا بکا ہو کر حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ ایک لڑکا کس طرح گاڑی سے لٹکا ہوا ہے۔ بچکانہ حرکت ہے۔ وہ سوچتے تھے اور پھر سر جھٹک کر بڑھ جاتے تھے۔

بہت جلد ہی شہری علاقے کا منظر بدل گیا۔ قطار میں بنی فیکٹریوں اور ان کی دیواروں کی جگہ اب گیہوں کے کھیتوں کی قطاروں نے لے لی تھی۔ شہر پیچھے چھوٹ گیا تھا۔ گاڑی دس منٹ تک دوڑتی رہی پھر وہ بائیں جانب بجری کی سڑک پر اتر گئی۔ پھر لگ بھگ ایک کلو میٹر تک چلنے کے بعد اچانک رک گئی۔

گاڑی چلانے والے نے ایک لمبا ہارن بجایا۔ ایک آواز نے اس ہارن کی آواز پر اپنا ردعمل ظاہر کیا۔ حالاں کہ روی آگے کیا ہے دیکھ نہیں پایا۔ مگر اس کا اندازہ تھا کہ وہ گاڑی کسی بڑے گیٹ کے پاس کھڑی ہے اور شاید وہ لوگ اپنی منزل مقصود تک پہنچ گئے تھے۔

اب اُس جگہ سے ہٹنے کا وقت آگیا تھا۔ بہت ہی خاموشی سے بالکل سائے کی مانند روی زمین پر اترا اور پاس ہی سڑک کے کنارے ایک سوکھے گڈھے میں رینگ گیا۔ پھر اس نے اپنی چھپنے کی جگہ سے بہت آہستہ سے اپنا سر اُبھارا۔

گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں اسے ایک گیٹ نظر آیا۔ وہاں دو پہرے دار کھڑے تھے، جن کے پاس خود کار رائفلیں تھیں۔ ان میں سے ایک آگے بڑھ کر گاڑی کے پاس آیا اور ٹارچ کی روشنی گاڑی کے ڈرائیور پر ڈالی۔ آہستہ آہستہ وہ گیٹ تک واپس گیا اور گیٹ کھول کر گاڑی کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔

جیسے ہی گاڑی گرد کے غبار میں غائب ہوئی، روی ایک دم زمین سے چپک کر لیٹ گیا اور اپنے اگلے اقدام کے بارے میں طے کرنے لگا۔

ایک سستے سے ہوٹل کے ایک چھوٹے کمرے میں بیٹھے چار لوگ تاش کھیل رہے تھے۔ دروازے پر زور کی تھاپ ہوئی، چاروں کھلاڑیوں میں سے ایک اپنی سانس میں ہی بڑبڑاتا ہوا اُٹھا اور
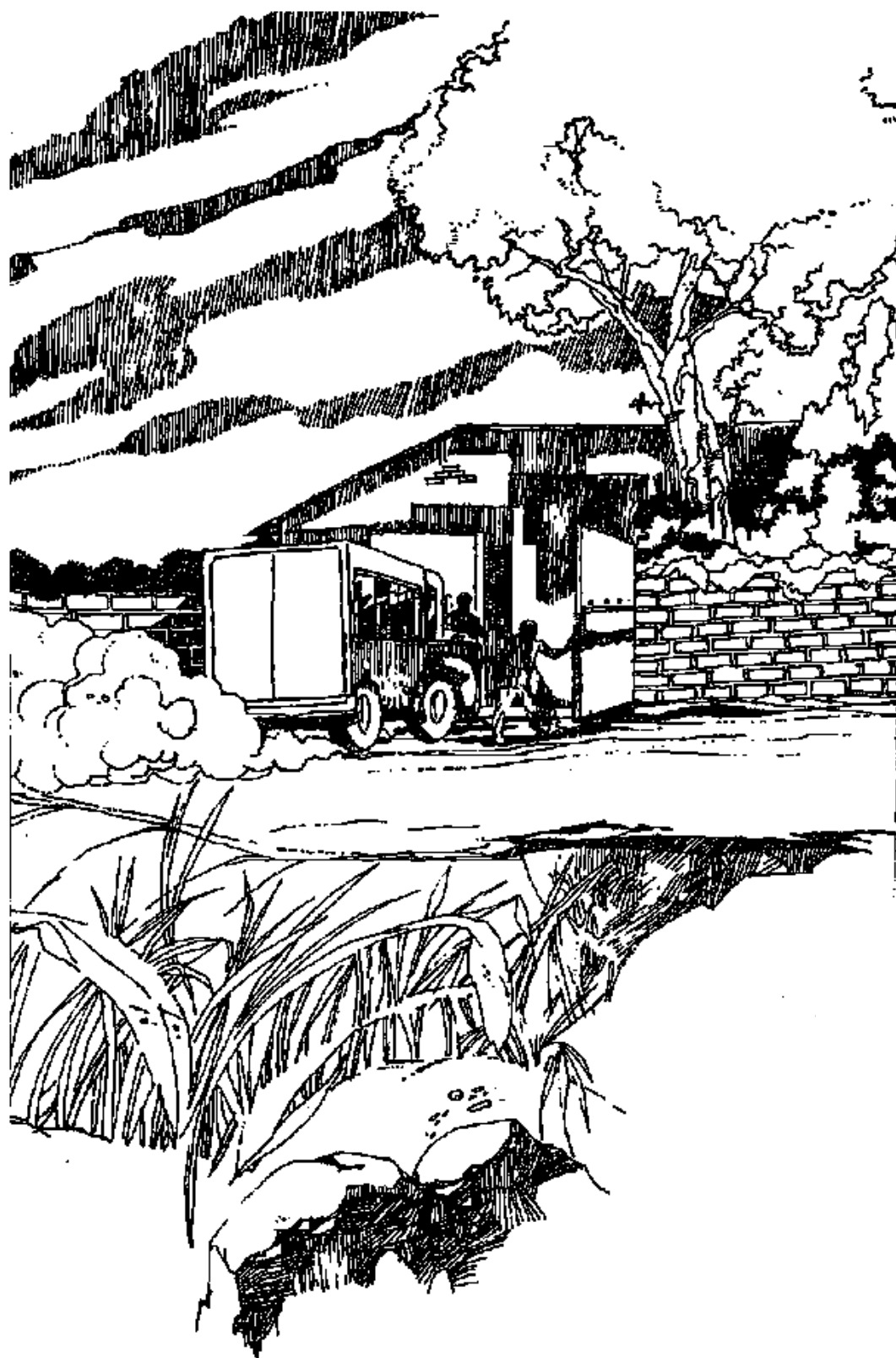
دروازہ کھول دیا۔ ایک لمبا تندرست آدمی اندر داخل ہوا اور چاروں کے چہروں کو غور سے دیکھا۔

"تم میں سے کاکا کون ہے؟"

کاکا اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا"۔

"میں ہوں...... کیا چاہتے ہو......؟

"میرے ساتھ آؤ، باس نے طلب کیا ہے۔ کوئی کام ہے"۔

"صرف مجھے؟"

بالکل۔ انھوں نے تم کو لے جانے کے لیے کار بھی بھیجی ہے"۔

کاکا کا چہرہ خوشی اور فخر سے تمتما اٹھا۔

"تم سب سے بعد میں ملاقات ہو گی"۔ مختصر سی بات کر کے اس آدمی کے ساتھ کار کی طرف چل پڑا جو اسی کا انتظار کر رہی تھی۔ دوسرا آدمی ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ گاڑی کاکا اور اس کے ساتھی کو لے کر چل پڑی جو پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ وہ چپ چاپ چلتے رہے اور کاکا سوچتا رہا کہ آخر باس نے اُسے کیوں بلوایا ہے۔

ایک لمبے سفر کے بعد وہ لوگ شہر سے باہر نکل آئے۔ آخر کار گاڑی ایک بجری کی سڑک پر مڑی اور تھوڑی دیر میں ایک گیٹ کے سامنے جا رکی۔

ایک مختصر سی تلاش کے بعد گاڑی رینگتی ہوئی چند سو میٹر اور چلی۔ پھر وہ گاڑی ایک پرانے روایتی انداز کے بڑے سے بنگلے کے سامنے رک گئی۔ کاکا اور اس کے ساتھی نیچے اتر آئے۔

کاکا اپنے کولہوں پر ہاتھ رکھے اپنے چاروں طرف گردن گھما کر ماحول کا جائزہ لینے لگا۔ اس کو لانے والا کاکا کے پیچھے آکر رکا، ہاتھ کو اوپر اٹھایا اور اپنی پستول کے سخت ہتھے سے کاکا کے سر پر ضرب ماری۔ کاکا ایک خالی بورے کی طرح ڈھیر ہو گیا۔ "بائمہ دو سالے کو اور دوسرے کے ساتھ ہی اندر کردو۔ اس طاقت ور آدمی نے ڈرائیور کو ہدایت دی۔ باس کھانا کھانے کے بعد ہی ان دونوں کو دیکھے گا"۔

مویشیوں کے فارم پر

مانی ویل صاحب اور نانگیا صاحب پولس کے صدر دفاتر میں کمشنر کے کمرے میں بیٹھے تھے۔ وہ لوگ بڑی تن دہی سے سکھیا کے ٹھکانے پر اس رات دبش (پولس کا چھاپہ) ڈالنے کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے۔

جاسوسوں کی ایک پوری ٹکڑی پچھلی رات سے ہی اس فارم ہاؤس کا سراغ لگاتی پھر رہی تھی جو روی کی دی ہوئی اطلاع کے مطابق اسمیک بنانے کی فیکٹری تھی۔ ہر جاسوس کے پاس سکھیا کی ہاتھ سے بنائی گئی تصویر کا خاکہ تھا۔ یہ جاسوس بہت انفرادی طور پر پولس کے مخبروں سے، دودھ بیچنے والوں سے، سڑک کے کنارے بنے ڈھابے والوں سے الگ الگ پوچھ تاچھ کرتے پھر رہے تھے۔ ان سے سوالات کرتے تھے اور معلومات حاصل کرتے پھر رہے تھے۔ یہ سب اتنی جلدی اس لیے کیا گیا تھا کہ کہیں نشہ بیچنے والے اس بے تاج بادشاہ کو کوئی بھنک نہ پڑ جائے یا اس کے کسی آدمی کو کچھ پتہ نہ چل جائے۔

کار کا نمبر تحقیقات میں بہت معاون ثابت ہوا تھا۔ یہ نمبر کسی شکلا صاحب کے نام پر درج تھا۔ لیکن پتا جعلی تھا۔ حالاں کہ یہاں پہنچ کر تحقیقات تھم گئی تھیں۔ لیکن کار کے نمبر کی مدد سے یہ پتا ضرور چل گیا تھا کہ گاڑی کن راستوں سے گزرتی ہے۔ شہر کے باہر جانے والی کئی شاہ راہیں تھیں۔ چائے اور پان والوں کی دوکانوں پر پوچھ تاچھ کی گئی۔ صرف ایک ہی شاہ راہ پر اس گاڑی کے بار بار شہر کی طرف آنے اور شہر سے باہر جانے کا پتا چل پایا۔

دونوں افسروں نے کل رات سے ہی کمرہ نہیں چھوڑا تھا۔ لگاتار چلتے ریڈیو نظام اور فون کی مسلسل بجتی گھنٹی کے ذریعے ان کو مستقل تحقیقات کی پیش رفت کا پتا چل رہا تھا۔ ان کے آدمی اپنی منزل کی طرف تیزی سے بڑھ رہے تھے۔ اب تو یہ بس وقت کے ہاتھ میں تھا کہ کب آخری اور یقینی اشارہ موصول ہوتا ہے۔

اس وجہ سے دو درجن دبش ڈالنے والے سپاہیوں کی ایک ٹیم کو تین جیپوں اور ایک ٹرک میں ہر لحہ چوکس رکھا گیا تھا۔

ٹھیک پونے سات بجے نانگیا صاحب کی میز پر رکھا فون بج اٹھا۔ کمشنر صاحب نے فون اٹھایا۔

"کمار بول رہا ہوں جناب"۔ فون میں سے آواز ابھری۔ "نشانے کا پتا چل گیا ہے جناب۔ اس میں کوئی بھی شک نہیں ہے۔ مغرب کی طرف ۹۶ نمبر کی شاہراہ پر شہر سے بیس کلو میٹر دور۔ وہاں واقعی ایک ڈیری فارم ہے۔

بہت خوب، کمار! تم ترقی کے مستحق ہو گئے ہو۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم گولو کو وہاں سے نکال لیں اور روی کو بھی وہاں سے ہٹالیں"۔

"جی ہاں اُس یتیم کو اب اپنے والدین کے پاس آہی جانا چاہیے۔

بس کرو کمار۔ کیا تمھارے پاس کوئی سواری ہے؟"

"جی جناب ایک جیپ ہے"۔

"کوئی ساتھ ہے؟"

"جی ہاں جناب پانچ پولس والے"۔

ٹھیک ہے جتنی جلدی ممکن ہے پال کی طرف جاؤ، اس ذلیل کے ہتھکڑیاں ڈال کر روی اور گولو کے ساتھ یہاں لے آؤ۔ ہم یہاں سے جب تک نہیں ہلیں گے جب تک تم یہاں نہیں پہنچ جاتے ہو سمجھ گیے؟"

نائگیا صاحب فون رکھ کر مسٹر مانی ویل سے مخاطب ہوئے۔ "انھوں نے سکھیا کا فارم ڈھونڈ نکالا ہے۔ اب وہ بد معاش ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اب کام کی بات شروع کی جائے۔

اس بیچ کمار اور اس کے ساتھی تیزی سے پال کے دواخانے کی طرف بڑھ گئے۔ جیپ ایک آواز کے ساتھ اس عمارت کے سامنے رکی۔ کمار اس جگہ کو مکمل اندھیرے میں دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

اسے کچھ امید تھی کہ اب دروازہ باہر سے بند ملے گا۔ مگر وہ کھلا ہوا تھا۔ کسی قدر الجھے ہوئے اس نے دروازے پر دستک دی اور زور سے بولا "دروازہ کھولو۔ یہ پولس کا حکم ہے۔ دروازہ کھولو"۔

اس کو لگا مگر یقین نہیں تھا کہ اندر سے کوئی رد عمل ہوا ہے۔ مگر اپنے ساتھی کو اشارہ کرتے

ہوئے کہ اس کی حفاظت پر آئے کمار نے اپنا سروس ریوالور نکال کر دروازے کو زور کی لات ماری۔ دروازہ جیسے ہی زوردار دھکے سے کھلا کمار ایک دم زمین پر لیٹ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ریوالور ایک دم تیار تھا۔

مگر اس کے اس ڈرامائی انداز اختیار کرنے پر بھی کوئی ردعمل نہیں ہوا۔ باہر کھڑے سپاہیوں نے اپنی رائفلیں کمرے کی طرف تان رکھی تھیں۔ اسی بیچ کمار دھیرے دھیرے کھڑا ہوا، ایک پولس والے کے اشارے پر اس نے دیوار پر بجلی کا بٹن ڈھونڈ کر دبا دیا۔ پورا کمرہ اچانک روشنی میں نہا گیا، روشنی کے اُجالے میں خوف سے پیلا پڑا پال نظر آیا وہ ایک کونے میں ڈرپوک کی طرح سر سے اونچے ہاتھ کیے بیٹھا تھا۔ کمار نے اپنی پستول جیب میں رکھ کر اپنے کپڑوں پر سے گرد جھاڑی۔

"گولو کہاں ہے؟" وہ گرجا۔

پال خوف کے مارے گنگ ہو گیا تھا۔ کمار نے قمیض پکڑ کر پال کو اس کی جگہ سے اٹھایا اور زوردار تھپڑ رسید کیا۔

"گولو کہاں ہے؟ وہ ایک بار پھر دہاڑا۔

"مجھے نہیں معلوم......" پال کی زبان نے اگلنا شروع کیا۔ مجھے مت مارو صاحب مجھے واقعی پتا نہیں۔

کمار نے ایک بار پھر اس بدمعاش کو جھنجھوڑ دیا اور دھکا دے کر پھر اسے کرسی پر گرا دیا۔ "بول سالے......بتا کیا بات ہے"۔

پال نے جیسے ہی اٹک کر ساری بات بتائی، کمار تو سناٹے میں آ گیا۔ اس کا مطلب ہے صرف گولو ہی ان بدمعاشوں کے گروہ کے قبضے میں نہیں ہے بلکہ وہ جو سایا گاڑی پر بھاگ کر چڑھا تھا، وہ روی ہی ہوگا۔

"اگر ان دونوں لڑکوں کو کچھ ہو گیا تو میں تجھے زندہ ہی گاڑ دوں گا۔ دہاڑتے ہوئے کمار نے پال کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنائی۔ پھر ان لوگوں نے پال کو جیپ میں ڈالا اور بہت ہی تیزی سے پولس کے صدر دفتر کی طرف چل دیے۔

جب دونوں افسروں نے وہ تمام حالات سن لیے تو کچھ دیر کو سکتے میں آ گئے۔

"ہر بات ایک ہی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ ڈرگ کے تاجر نے گولو کا اغوا کیا۔ لڑکا بہت خطرے میں ہے۔

کمار نے کہا۔ پال کا کہنا ہے کہ لڑکے کو سکھیا کے خفیہ اڈے پر ہی لے جایا گیا ہے۔

"اب اس وجہ سے ہمارے اوقات میں تبدیلی آ گئی ہے۔ نانگیا صاحب نے سوچتے ہوئے کہا" ہمیں اپنے کام کو اب پہلے ہی کرنا ہوگا۔ اب ہم دیر رات کا انتظار نہیں کر سکتے جیسا ہم نے پہلے طے کیا تھا۔ ریش اب فوراً ڈالنی ہوگی۔ جتنی دیر بھی اب ہم کریں گے، لڑکوں کے لیے اتنا ہی خطرہ بڑھتا جائے گا"۔

کمشنر صاحب اس مقصد سے اُٹھ کر باہر گئے اور حکم صادر کیا۔ حکمت عملی بہت سیدھی سی تھی۔ ایک ساتھ لگ بھگ ایک درجن جگہوں پر چھاپہ مارنا تھا، جس میں ایلائیڈ کمپنی اور پیارے لال کا گھر شامل تھا۔ چھوٹے چھوٹے گروپوں میں پولس والوں کو اس مہم پر بھیجا گیا۔ مگر بڑی تعداد سکھیا کے فارم کی طرف رجوع ہوئی۔

مالی والا صاحب اور نانگیا صاحب کو اس چھاپے کی رہنمائی کرنی تھی۔ پورے شہر کے آدھے سے زیادہ پولس کے سپاہی اس مہم میں شامل تھے۔ ایک بھی مچھلی کو اس جال سے پھسل کر نکلنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔

پندرہ منٹ بعد سب تیار تھے...... "میں صرف امید کر سکتا ہوں کہ ہمیں زیادہ دیر نہیں ہوئی ہے۔ کچھ محسوس کرتے ہوئے مالی والا صاحب نے کہا...... اور پولس کا یہ قافلہ رات کے اندھیرے میں چل دیا۔

دس منٹ سے بھی زیادہ عرصے تک روی اسی گڈھے میں پڑا رہا۔ اس بات سے بے خبر کہ کیڑے مکوڑے اس کے جسم پر رینگ رہے ہیں۔ اس کی آنکھیں دروازے اور اس کے ساتھ ہی اسٹولوں پر بیٹھے دونوں چوکیداروں پر لگی ہوئی تھیں۔

ایک تیز روشنی کا بلب داخلی راستے کو پوری طرح روشن کیے ہوئے تھا۔ یہ یقیناً سکھیا کا فارم ہی ہوگا۔ روی تو چوکیداروں کو دیکھ سکتا تھا۔ مگر اسے یہ یقین نہیں تھا کہ وہ بھی اسے دیکھ سکتے

ہیں یا نہیں۔ اس لیے جب اسے پورا یقین ہو گیا کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا تو اس نے پیچھے کی طرف رینگنا شروع کیا اور اتنی دور ہو گیا کہ روشنی کی حد میں نہ رہا۔ پھر وہ بہت احتیاط سے کھڑا ہوا تاکہ اپنے اوسان ٹھیک کر سکے۔ اس کے داہنے ہاتھ کی طرف کھلا علاقہ تھا۔ جہاں کافی گھاس اور جھاڑیاں تھیں۔ وہ ان میں گھس گیا اور ایک بار پھر فارم ہاؤس کی طرف چل پڑا۔ زمین بہت اوبڑ کھابڑ تھی۔ مگر کہیں بھی کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔

چلتے چلتے وہ تاروں کی باڑھ کے نزدیک آگیا جو شاید سکھیا کے فارم کی حد بندی تھی۔ تین تاروں کی باڑھ لکڑی کے لٹھوں سے لگی تھی۔ روی نچلے اور درمیانی تار کے بیچ سے آسانی کے ساتھ گزر گیا اور رینگ کر اندر گھس گیا۔

کافی دور سے ہی روی کو جگمگاتا ہوا بنگلہ نظر آگیا۔ اور اس کے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی عمارتوں کے ہیولے دور تک پھیلے ہوئے نظر آئے۔ سکھیا کی خفیہ پناہ گاہ واقعی ایک فارم ہاؤس تھا جس میں مویشی پالے جاتے تھے۔ رات کی ہوا میں گوبر کی بو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

اس کے علاوہ کہ جھاڑیوں کی کثرت اور چھوٹے پیڑ تھے۔ باقی میدان کھلا ہوا تھا۔ روی بڑی احتیاط سے ایک جھاڑی سے دوسری جھاڑی کے پیچھے چھپتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ وہ ہر وقت اس بات کے لیے تیار تھا کہ چھلانگ لگا کر کسی بھی جھاڑی میں لیٹ جائے گا اور اگر ضرورت پڑی تو لیکن وہاں کوئی تھا ہی نہیں۔ لگتا تھا کہ فارم کے رہنے والوں کو کسی انجانے مہمان کے آنے کا یقین ہی نہیں تھا۔

روی کا دل خوف اور شدت جذبات سے زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ وہ ہر اگلے قدم سے پہلے رک کر آگے کا اچھی طرح جائزہ لیتا تھا کہ کہیں کوئی گڑھا نہ ہو۔ وہ اس عمارت کے نزدیک پہنچ گیا۔ یہ تو گائے بھینسوں کے رکھنے کا شیڈ تھا۔ اس عمارت کے سائے میں وہ سانس لینے کے لیے رکا۔

وہاں سے بیچ کی عمارت بہت قریب لگتی تھی۔ اس عمارت کے سامنے دو گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ایک کار تھی اور دوسری وہ گاڑی جس میں گولو کو لایا گیا تھا۔ لیکن وہ لوگ گولو کو لے کہاں گئے ؟ ہر قیاس یہی اشارہ کرتا تھا کہ گولو اس بنگلے ہی میں ہے۔ ایک فیصلہ کن جست میں وہ اس عمارت کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ ایک جھاڑی کے پیچھے اس نے بنگلے کا جائزہ لیا۔

بغیر کسی کو نظر آئے وہ بنگلے میں جانے کا راستہ تلاش کرنا چاہتا تھا۔

سامنے سے داخلہ ناممکن نظر آرہا تھا۔ ساری کھڑکیاں بند تھیں اور وہ ایک دروازہ بھی بند تھا جو اس طرف سے اندر جانے کا واحد راستہ تھا۔ اس لیے اسے مکان کے چاروں طرف چکر لگانا ہو گا کہ شاید پیچھے سے ہی اندر داخل ہو سکے۔

اس نے رینگنے والے انداز میں بھاگنا شروع کیا مگر اچانک اسے رکنا پڑا۔ کار کی سامنے والی دونوں روشنیوں سے میدان جگمگا اٹھا۔ کار کی تیز روشنی لیزر کی کرنوں کی طرح اندھیرے کو چیرتی ہوئی بڑھ رہی تھی۔ روی نے فوراً ایک جھاڑی کے پیچھے چھلانگ لگائی اور چھپ گیا۔

کار فارم کے دروازے پر ہی رک گئی۔ اس گاڑی میں بیٹھے لوگوں کی تلاشی ان چوکیداروں نے لی ہو گی۔ پھر تھوڑی دیر بعد کار اس فارم میں داخل ہو گئی اور پہلے سے کھڑی گاڑیوں کے پیچھے آکر رک گئی۔

روی چوکس ہو گیا۔ اس کی تمام حسیں پوری طرح چاق وچوبند تھیں۔

اس نے دیکھا کہ دو آدمی کود کر کار سے اترے۔ ان میں سے ایک کاکا تھا۔ دوسرے کو اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پھر اچانک ایسا واقعہ ہوا جس کی امید ہی نہیں کی جا سکتی تھی۔ کاکا جب چاروں طرف دیکھ رہا تھا تو اس آدمی نے پیچھے سے کاکا پر وار کیا اور کاکا اوندھے منہ گر کر ڈھیر ہو گیا۔

روی کی سمجھ میں سب کچھ آگیا۔ کاکا اب ان کا آدمی نہیں رہا تھا۔ کیوں کہ وہ کاکا ہی تھا جس نے گولو کو پال کے پاس پہنچایا تھا۔ اس کو بھی اس عظیم حماقت کی سزا ملنے والی تھی۔ اور پھر روی کے تعجب کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ کاکا کو بنگلے کے اندر نہیں لے جایا گیا۔ پہلے تو اس کے جسم کو رسی کے ٹکڑے سے باندھا گیا۔ پھر کاکا کے بے جان جسم کو کھینچتے ہوئے پاس کے ہی ایک سائبان میں لے گئے۔ وہ آدمی اپنے اس انچاہے بوجھ کو کھینچتا ہوا سائبان کے اندر لے گیا۔ وہاں ڈال کر باہر آیا اور دروازے کو بند کر کے تالا لگا دیا۔

روی کو اس اتفاق پر بڑی خوشی ہوئی۔ گولو بنگلے کے اندر نہیں تھا بلکہ اس سائبان کے اندر بند تھا۔ اس سے تو اس کا کام بہت آسان ہو گیا تھا۔ مگر چند لمحوں بعد ہی اس کی خوشی دور ہو گئی اور اس کی جگہ پریشانی نے لے لی۔ ڈرائیور نے دروازہ بند کیا اور وہیں کھڑے ہو کر ان

قیدیوں کا پہرا دینے لگا۔ روی کو یقین تھا کہ وہ آدمی ہتھیار سے لیس ہوگا۔

اس شخص کو راستے سے ہٹانا ہوگا...... اگر روی کو گولو تک پہنچنا ہے تو۔

لڑکا احتیاط سے پیچھے ہٹا۔ ایک لمبا چکر کاٹ کر اس سائبان کے پچھلے حصے میں پہنچ گیا، جس میں قیدی تھے۔ یہ ایک چوکور عمارت تھی جس کی دیواریں لمبی اور چھت ڈھلواں تھی۔ سامنے کی طرف جو دروازہ تھا اس کے علاوہ کوئی اور جگہ ایسی نہ تھی جس سے اندر چلایا جا سکے۔

روی کوئی ہتھیار تلاش کرنے لگا اور جلد ہی اسے ایک مل بھی گیا ......ٹوٹی ہوئی اینٹ......ٹوٹے ہوئے حصے کی طرف سے پکڑ کر اُس نے اُسے ہاتھ سے تولا۔ وہ وزنی تھی......یہ کام کر جائے گی۔

ہلکے مگر بہت ہی احتیاط سے روی دیوار سے چپک کر چلتا ہوا کونے پر آیا اور جھانک کر دیکھا۔ چوکیدار دروازے سے لگا ہوا زمین پر بیٹھا تھا۔ اس کی کمر دیوار کی طرف تھی۔

اس کا اور دربان کا فاصلہ کافی تھا۔ اتنا زیادہ کہ اس کا عمل پُر اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر وہ کچھ کرتا۔ اس لیے، روی کو ہر قیمت پر دربان کو اسی طرف لانا تھا۔ وہ جھکا اور کچھ مٹی اور کنکر اٹھا کر ہاتھ کو گھماتے ہوئے اس نے وہ کنکر پتھر کچھ میٹر دور ایک پانی کی حوض سی تھی۔ اس کی طرف اچھال دیے۔

پانی میں کنکروں کی چھپاک کی سی آواز ہوئی۔ دربان کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی۔ وہ ایک دم اچھل کر کھڑا ہو گیا اور جائزہ لینے کے لیے تیزی سے اس طرف آیا۔

روی چپ چاپ دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ جو کچھ اس نے سوچا تھا اس سے کافی پریشان بھی تھا۔

دربان پانی کے حوض تک آیا۔ چاروں طرف دیکھا اور کچھ سمجھ میں نہ آنے والے انداز میں گردن ہلائی۔ کسی مشتبہ چیز کو نہ پا کر وہ واپس مڑا اور واپس اپنی جگہ کی طرف چل پڑا۔

روی کو اسی پل کا انتظار تھا۔ جیسے ہی دربان کی پیٹھ اس کی طرف ہوئی، وہ تیزی سے دربان تک پہنچ چکا تھا۔ جیسے ہی دربان روی کی طرف مڑنے لگا۔ روی نے اس کے سر پر وہ اڈھا دے مارا۔

دربان بھد کی آواز کے ساتھ گر پڑا۔ کھوپڑی پر لگی چوٹ سے خون بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا۔

ایک سیکنڈ کے لیے روی کو ایسا لگا کہ اس نے ایک آدمی کو قتل کر دیا ہے۔ وہ جھکا اور دربان کے سینے سے کان لگا دیے"۔ دل اپنی پوری قوت سے اور ٹھیک چل رہا تھا۔

بے کار گنوانے کا وقت نہیں تھا۔ لڑکے نے دربان کی جیبیں ٹٹولیں اور چابیوں کا ایک گچھا نکالا۔ بہت زیادہ قیمتی لمحات تالے کی چابی تلاش میں ضائع ہوئے۔ آخر کار ایک تالی لگ ہی گئی اور تالا کلک کی آواز کے ساتھ کھل گیا۔ روی کو وہاں مویشیوں سے متعلق سامان اور کچھ بورے وغیرہ پڑے دکھائی دیے۔ اس کے علاوہ کھیتی سے متعلق سامان بھی تھا جیسے ہل، پھاوڑا، قینچی وغیرہ۔

سائبان کے بیچوں بیچ گولو زمین پر پڑا تھا۔ اس کی کلائیاں اور ٹخنے ناریل کی ڈوری سے بہت کس کر بندھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دور پر کاکا بھی اسی انداز میں بندھا ہوا اوندھا پڑا تھا۔

روی نے مڑ کر دروازہ بند کیا اور گولو کی طرف لپکا۔ اس کا دوست بہت بری حالت میں تھا۔ اس کے چہرے پر ورم تھا۔ پتا چل رہا تھا کہ اسے بہت مارا پیٹا گیا ہے۔ اس کی ناک سے خون بہہ کر جم گیا تھا۔ چہرے کو خوفناک حد تک بگاڑ دیا گیا تھا۔

روی کو اپنے دوست کی یہ حالت دیکھ کر غصے کی شدت سے رونا آگیا۔ لیکن آنسو حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ یہ وقت اس قسم کی جذباتی باتوں کا ہرگز نہ تھا۔

اپنے ہونٹوں سے بے ساختہ نکلنے والی چیخ کو روک کر وہ گولو پر جھک گیا۔ "گولو جاگو، میں ہوں روی۔ یہ میں ہوں روی، جاگو گولو جاگو۔ اس نے گولو کو جلدی جلدی جھنجھوڑا۔

اس کا دوست جاگ اٹھا، آنکھیں کھول دیں۔ جن میں ویرانی جھلک رہی تھی۔ لیکن روی اسے بار بار جھنجھوڑتا رہا تو اس کی آنکھیں روی کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔ پھر گولو اسے پہچان کر مسکرا دیا۔

"ہم کہاں ہیں"۔ سکھیا کے فارم پر وقت برباد کرنے کے لیے نہیں ہے۔ کیا تم بہت زخمی ہو ؟ کیا تم چل سکتے ہو؟"

"ہاں۔ میں زخمی نہیں ہوں۔ کچھ چانٹے مارے ہیں انھوں نے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ یہ رسیاں کھولو"۔

روی نے ریستوراں کا جائزہ لیا۔ ان گرہوں کو دیکھا جن سے گولو بندھا پڑا تھا۔ اس نے رسّی کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن اسے کسی ماہر آدمی نے باندھا تھا۔ روی کھڑا ہو گیا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی۔ ایک جگہ اسے شاخیں کاٹنے کی کترنی ملی۔ ایک ہی جست میں وہ اس کے پاس تھا۔ اسے اٹھا کر وہ اپنے ساتھی کے پاس واپس آ گیا۔ اس نے کترنی سے رسی کاٹنے کی کوشش کی۔ پہلے ٹانگوں کی رسیوں کو کاٹا۔ اس لیے کہ ٹانگوں سے اس کے دوست کو بھاگنا تھا۔ یہ بہت ضروری تھا۔ اس لیے کہ ٹانگوں کا دوران خون اعتدال پر آ جائے۔

رسیوں کا کاٹنا آسان نہیں تھا۔ کیوں کہ شاخیں کاٹنے والی کترنی اس کام کی نہیں ہوتی۔ اس لیے ناریل کی رسی کٹنے میں بہت وقت لگ رہا تھا۔ پھر اس بات کا خیال بھی رکھنا تھا کہ گولو کی ٹانگ زخمی نہ ہو جائے۔ اگر اس کے پاس چاقو ہوتا تو یہ کام چند منٹ میں ہو جاتا۔ اس کے باوجود کہ کام بہت سخت اور محنت کا تھا۔

لیکن رسیاں آہستہ آہستہ کٹتی رہیں اور پھر ٹانگیں آزاد ہو گئیں۔ گولو کی ٹانگوں میں خون کا دورہ ٹھیک ہونا شروع ہوا تو اسے سنسناہٹ اور تیز چبھن کا احساس ہوا۔

اچانک لڑکوں نے کچھ سنا۔ وہ دونوں ایک دم تناؤ میں آ گئے اور اپنے کان اس آواز پر لگا دیے۔ لیکن کوئی خطرہ نہ تھا۔ ایک چوہا بوروں پر اچھل کود رہا تھا۔

چند منٹ اور۔ صرف چند قیمتی منٹ اور وہ باہر ہو سکتے تھے۔ دہری ہمت سے روی نے گولو کی کلائیوں پر بندھی رسی پر دھاوا بول دیا۔

کاکا ہوش میں آنے لگا تھا۔

پہلے تو اس کا ذہن بالکل خالی تھا۔ اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں ہے۔ پھر اسے سب کچھ یاد آ گیا۔ وہ ایک دم چکرا سا گیا۔

یہ کیا ہو گیا؟ کچھ دیر پہلے تو اس بات پر اکڑ گیا تھا کہ اس کی کتنی اہمیت ہے کہ امید کے خلاف اس کے نادیدہ باس نے اسے بلوایا تھا۔ اگلے ہی پل میں اسے اپنی موجودہ حالت کا احساس ہو گیا۔ اس کے سر پر ایک گومڑا تھا اور اسے اس طرح باندھ کر ڈالا گیا تھا جیسے سامان کو بازار میں باندھ کر ڈال دیتے ہیں۔

کاکا نے آنکھیں کھول کر حالات کا پوری طرح جائزہ لیا۔ جو کچھ اس نے دیکھا اس سے اس کی چیخ نکل گئی۔ گولو کچھ ہی دوری پر پڑا تھا۔ بالکل اس طرح جیسے وہ بندھا ہوا ہو۔ اس کے قریب ایک اور لڑکا تھا جو باغ کی کترنیوں سے ان رسیوں کو کاٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس لڑکے کو پہلے کہاں دیکھا تھا؟

کاکا نے اپنی یادداشت پر زور دیا اور اسے یاد آگیا۔ ارے ہاں یہ تو وہی جوتے پالش کرنے والا لڑکا ہے۔ یہ وہی ہے جس سے آج صبح ہی بات کی تھی۔

کاکا ایک دم سب کچھ سمجھ گیا۔ گولو نے کوئی ایسی حرکت کی ہے، جس سے باس ناخوش ہو گیا ہے۔ کاکا ہی تو گولو کو پال کے پاس لایا تھا۔ اس لیے کاکا کو بھی خطا کار مانا گیا ہے۔ کاکا جانتا تھا کہ اس کے بار کے باس رحم نام کی چیز نہیں ہے۔ اس لیے اس نے اپنے امکانات پر غور کیا۔

وہ اس پالش کرنے والے لڑکے کو اس بات پر تیار کر سکتا تھا کہ اُس کو بھی آزادی مل جائے اور ہو سکتا ہے کہ اگر اس کو اچھی طرح سمجھایا تو لڑکا راضی ہو جائے۔ مگر وہ اس زمین پر جائے گا کہاں۔ باس کے پنجے تو ہر جگہ پھیلے ہوتے تھے۔ اس کا انتقام بہت خوف ناک ہوتا تھا۔ کاکا جہاں کہیں بھی جا کر چھپتا باس اسے ڈھونڈ نکالتا اور پھر بدلہ اور انتقام۔

دوسرا راستہ یہ تھا کہ پھر سے ایک بار باس کا منظورِ نظر بننے کی کوشش کرنا اور اپنے کو وفادار ثابت کرنا۔

پالش والے لڑکے نے اب تک گولو کے پیروں کی رسی کاٹ دی تھی۔ چند منٹ بعد کلائیوں کی رسیاں کٹ جاتیں اور دونوں بھاگ جاتے۔

کاکا نے محسوس کیا کہ اب اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔

اس نے اپنا پورا منہ کھول کر پوری طاقت سے چلانا شروع کر دیا۔

مکان کے اندر سکھیا کے آدمیوں نے چیخوں کی آواز سن لی۔ اپنی بندوقیں لے کر وہ لوگ باہر بھاگے۔ اعصاب کو مضمحل کرنے والی چیخیں اسٹور کے کمرے سے اٹھ رہی تھیں۔ جہاں دونوں قیدیوں کو رکھا گیا تھا۔ وہ لوگ اسی طرف بھاگے۔

دونوں لڑکے گھبرا گئے۔ لیکن روی نے اوسان کو قابو میں کیا اور کود کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اپنے

دوست کو کھڑا ہونے میں مدد دی۔ اس کے علاوہ اور چارہ ہی نہیں تھا کہ کسی طرح بھاگ لیتے۔

گولو کی ٹانگیں ابھی پوری طرح کام نہیں کر رہی تھیں۔ روی نے اس کے کندھوں کے نیچے اپنے بازو ڈال کر اس کے وزن کو اپنے اوپر لے کر اسے آگے بڑھنے میں مدد دی۔ دروازے تک پہنچنے سے پہلے گولو ایک بار پھر ڈھیر ہو گیا۔

اسٹور کے کمرے کا دروازہ زور سے کھلا اور سکھیا کے آدمی دوڑتے ہوئے اندر آ گئے۔ روی نے دیکھ لیا تھا کہ وہ لوگ اسلحہ سے لیس ہیں۔ مزاحمت کرنا بے کار تھا۔ ایک بار پھر اس نے گولو کو کھڑا ہونے میں مدد دی اور دونوں کھڑے ہو کر ان بدمعاشوں کو تکنے لگے۔

کاکا نے بھی چیخنا بند کر دیا تھا۔ سکھیا کے آدمیوں کے منہ حیرانی سے کھلے ہوئے تھے۔ یہاں تو صرف دو قیدی تھے۔ یہ تیسرا کہاں سے آ گیا؟ اور چوکیدار کہاں غائب ہو گیا۔

پھر دو آدمی تو روی کی کلائیاں باندھنے لگے اور تیسرا کھوئے ہوئے چوکیدار کی تلاش میں چلا گیا۔ اس نے چوکیدار کو پانی کے حوض کے پاس بے ہوش پڑا پایا۔ حوض میں سے ایک چلو پانی لے کر چوکیدار کے منہ پر چھینٹا مارا تو وہ ہوش میں آ گیا۔ پھر وہ اپنے ساتھی کے ساتھ واپس آ گیا۔ اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔ اگر ان میں سے ایک آدمی جو ان بدمعاشوں میں بڑا لگتا تھا اسے سختی سے نہ روکتا تو شاید چوکیدار روی کا گلا دبا دیتا۔ "باس فیصلہ کرے گا کہ ان کا کیا کرنا ہے"۔ اس نے کہا۔

دوسروں کی طرف مڑ کر وہ چیخا۔ "لے آؤ ان کو اندر اور ہمارے پال کاکا کو بھی۔ میرے خیال میں رات کے کھانے میں باس انھیں کھانا پسند کرے گا"۔

کاکا کی ٹانگوں پر سے تسمے کھول دیے گئے۔ اس کو بھی کھڑے ہونے اور چلنے میں پریشانی ہو رہی تھی۔ وہ چپ چاپ انتظار کرتے رہے۔ جب تک کاکا چلنے کے لیے تیار نہیں ہو گیا۔ پھر سکھیا کے آدمیوں کی نگرانی میں تینوں قیدیوں کو مکان کے اندر لے جایا گیا۔

ایک لمبا برآمدہ جو عمارت کے بیچ میں تھا۔ عمارت کو دو برابر حصّوں میں تقسیم کرتا تھا۔ ان تینوں کو سخت نگرانی میں برآمدے کے آخر تک لے جایا گیا۔ وہاں سے ایک اور راستے سے بیرونی مکان (Out -home) تک لے جایا گیا۔ جو عمارت کے پیچھے کی طرف تھا۔ وہاں

سب کو انتظار کرنا تھا۔ وہ لیڈر نما آدمی اندر چلا گیا۔ کچھ منٹ بعد وہ واپس آیا اور سب کو اندر چلنے کا اشارہ کیا۔

گولو، روی اور کاکا کو وحشیانہ انداز میں دھکے دیتے اندر لے گئے۔ آخری دھکا کھا کر وہ لوگ فرش پر گر گئے۔

انھوں نے ایک نہ ختم ہونے والا قہقہہ سنا اور اوپر نظر اٹھا کر دیکھا تو نشے کا دھندا چلانے والا بے تاج بادشاہ (ڈرگ کنگ) ان کی تکلیف اور پریشانی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"اچھا تو بس یہی تھا اس طاقت ور ناگیا کے پاس میرے مقابلے پر لگانے کو۔ دو بچے اور یہ لاوارث"۔

"میں ناگیا کا ساتھی نہیں ہوں باس"۔ کاکا نے اپنے کو زمین سے اٹھایا اور کتے کی طرح روتے ہوئے کہا

اس کی اکڑ کہیں بھی نظر نہیں آئی۔ "آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے"۔

"چپ رہ گندے آدمی۔ اپنا منہ جب ہی کھولنا جب تجھ سے جواب مانگا جائے"۔

کاکا چپ ہو گیا۔ دونوں لڑکوں نے نفرت بھری نظروں سے ایک چھچھورے آدمی کو دیکھا۔ انھوں نے اپنی بندھی ہوئی کلائیوں پر زور دے کر نافرمانی کا انداز اختیار کیا۔ ان کے اس انداز پر سکھیا اور زور سے ہنسنے لگا۔

برابر والا مکان بس ایک کمرے پر مشتمل تھا۔ جو چوڑائی کے مقابلے میں زیادہ لمبا تھا۔ اس میں لوہے کے ڈبے شیشے کی نلیاں اور ایسا ہی دوسرا سامان پڑا تھا۔ ایک خاص قسم کی بو ہوا میں رچی ہوئی تھی۔ لڑکوں کی سمجھ میں آگیا کہ یہی وہ جگہ ہے جس کا سارا جھگڑا ہے۔ یعنی اسمیک بنانے والی فیکٹری۔

"ارے جگا بتا تو میں کیوں ہنسا"۔ سکھیا نے ہنسنا بند کیا اور کہا۔ "ہم ایک عدالت چلائیں گے۔ بڑا مزا آئے گا۔ ایک کرسی لگاؤ اور چلو"۔

جگا نام کا ایک وحشی ایک میز کے پیچھے سے برآمد ہوا۔ میز پر شیشے کا سامان پڑا تھا۔ جگا کی حالت دیکھ کر لڑکے دنگ رہ گئے۔ جگا ایک ممی تھا ایک زندہ لاش۔

اس کا دبلا پتلا جسم ہڈیوں پر چڑھی ہوئی کھال کے سوا کچھ نہ تھا۔ گنجی کھوپڑی اور اندر کو دھنسی ہوئی آنکھیں۔ اسے ایک لاش کہنا کافی تھا۔ دونوں لڑکے نفرت اور خوف سے آنکھیں پھاڑے اسے گھور رہے تھے۔ چنگا کے گلے میں چمڑے کا ایک پٹہ پڑا ہوا تھا۔ بالکل ویسا ہی، جیسا کتوں کے گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ لیکن یہ پٹہ بڑا بہت تھا۔ جب اس کی آنکھوں کی سفیدی بہت پھیلی ہوئی معلوم ہوئی۔ آنکھوں کے بھورے ڈلے بہت چھوٹے اور بے ہنگم سے تھے جیسے رات میں بلی کی آنکھیں ہو جاتی ہیں۔ ایک نشے کا عادی شکار۔

چنگا نے ایک اونچے تکیے والی کرسی جو خاص طور پر سجائی تھی۔ گھسیٹ کر رکھ دی۔ سکھیا اس پر بیٹھ گیا اور شاہانہ انداز اختیار کر لیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کرسی اس کا شاہی تخت ہو۔

چنگا اپنے آقا کے پیچھے جھک کر کھڑا ہو گیا۔ سکھیا کے غنڈے دروازے کے پاس دیوار کا سہارا لے کر کھڑے ہو گئے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ اب کچھ تفریح ہونے والی ہے۔ ایک بھیانک رسم ادا ہونے والی تھی۔

اور روی سوچ رہا تھا کہ ناگیا صاحب اور رمانی ویل صاحب کو کیا ہو گیا۔ کیا وہ لوگ ہمارے دیے گئے رازوں کے ذریعے یہاں تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہوئے اور اب وہ سکھیا کو بے نقاب نہ کر پائیں گے۔

بالکل ایسا لگا جیسے سکھیا نے روی کے خیالات پڑھ لیے ہوں۔ اس نے کہا۔ "ارے بچے تو تو ناگیا کا بھاڑے کا ٹٹو ہے۔ اب دعا کر اور بتا تیرا فرضی باپ ناگیا اب کہاں ہے؟"

نجات

فرضی باپ ناگیا اس وقت فارم کے احاطے کے ٹھیک باہر تھا۔ جیپوں اور ٹرکوں کا قافلہ اس جگہ سے تھوڑی دور پر رک گیا تھا تاکہ فارم پر موجود لوگ چوکنا نہ ہو جائیں۔ پولیس والے چاروں طرف پھیل گئے اور دھیرے دھیرے اپنی منزل کی طرف بڑھنے لگے۔ کمشنر صاحب خود قیادت کر رہے تھے۔

عام حالات میں نہ نانگیا صاحب اور نہ مانی ویل صاحب ایسی مہموں میں بذات خود حصہ لیتے تھے۔ بلکہ اپنی جیپ میں بیٹھ کر اپنے جوانوں کو ریڈیو سے ہدایت دیتے رہتے تھے۔

لیکن لڑکوں کی زندگی داؤ پر تھی۔ دونوں افسروں کو یقین تھا کہ لڑکوں کو قیدی بنا کر یہیں فارم پر رکھا گیا ہوگا۔ ان کی زندگیوں کو خطرہ لاحق تھا۔ اس لیے دونوں افسر پولس والوں میں سب سے آگے تھے اور ہر قیمت پر لڑکوں کی زندگی بچانے کے لیے کمر بستہ تھے۔

اسمیک کی معمل (تجربہ گاہ) میں مقدمے کا ڈراما چل رہا تھا۔ وہ دو آدمی جو گولو کو پکڑ کر سکھیا کے ٹھکانے پر لائے تھے۔ لڑکے کے خلاف پہلے گواہ بنے۔ انھوں نے سکھیا کو بتایا کہ پال کو کس طرح اپنے نئے کارندے پر شک ہونا شروع ہوا اور کس طرح پال نے آخر کار اس لڑکے اور نانگیا پولس کمشنر کے تعلقات کا بھانڈا پھوڑا۔

آقا (باس) آپ نے ہم سب پر پہلے ہی سے ایک مخبر کا ہمارے بیچ ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا تھا ۔ ہاں بالکل ٹھیک تھا وہ اندیشہ۔ اور یہ ہے وہ مخبر۔ اس بات میں ایک رتی بھی شک نہیں ہے کہ یہ لڑکا گولو مخبر ہے جسے پولس نے ہمارے اوپر چھوڑا تھا۔ مزے دار بات یہ ہے کہ کاکا ہی نے اس نوکری دلوائی تھی یا ایسا ہی کچھ تھا جو پال نے بتایا تھا"۔

"اور دوسرے کے بارے میں کیا کہنا ہے"۔

"ہمیں نہیں معلوم یہ کون ہے۔ یقیناً یہ اس کا ساتھی ہے"۔

گولو اور روی نے کچھ نہیں کہا۔ بس سکھیا کو گھورتے رہے۔ کاکا نے کہا۔

"باس یقین کرو میں اس لڑکے کو پال کے پاس نہیں لے گیا تھا۔ یہ تو پال نے میرے خلاف جھوٹ بولا ہے"۔

گولو نے پہلی بار منہ کھولا۔ اس کی آواز بالکل نافرمانی والی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم تم کیا بول رہے ہو۔ مجھے نہیں معلوم یہ نانگیا کون ہے۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ کاکا نام کا آدمی کون ہے۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ پال صاحب نے مجھے اپنے دواخانے میں نوکر رکھا تھا۔ میں ان کے کچھ گاہکوں کو دوائیں پہنچاتا تھا"۔

"ہاں ہاں۔ کاکا نے نعرہ لگایا۔ یہ پال ہی ہے جس نے جھوٹ بولا ہے"۔

"تم کون ہو"۔ سکھیا نے روی سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ڈرگ کنگ" کچھ ہچکچا رہا تھا۔ کچھ بے یقینی کے عالم میں تھا۔ بالکل یہ کیفیت تھی کہ وہ کس پر یقین کرے اور کس پر نہ یقین کرے۔

"میں جوتوں پر پالش کرتا ہوں"۔ روی نے کہا۔ میں پال کے دواخانے کے سامنے پٹری پر کام کرتا ہوں۔ میری ملاقات ڈھابے پر اکثر گولو سے ہوتی ہے۔ ہم دونوں دوست بن گئے"۔

"تم اسی کے پیچھے یہاں تک آئے ہو؟"

"ہاں صاحب میں نے دیکھا کہ گولو کو دو آدمی اغوا کر کے گاڑی میں لے چلے۔ میں گاڑی کے پچھلے حصے میں لٹک گیا اور یہاں آ گیا"۔

سکھیا اپنے گروہ کے لوگوں کی طرف مڑا اور چیختے ہوئے لہجے میں بولا۔ "تو تم لوگ اسے یہاں لے کر آئے اور تم کو پتا بھی نہیں۔ تم لوگ کس قسم کے بے وقوف ہو"۔ زمیں دوز دنیا کے غنڈے اس خبر سے گڑبڑا گئے تھے۔

یہ ہی وہ موقع تھا جب گولو اپنی بے گناہی ثابت کر سکتا تھا اور سکھیا کی الجھن سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔

"صاحب"۔ گولو نے پُر یقین لہجے میں کہا۔ "آپ غلط پیڑ کی چھال چھیل رہے ہیں۔ آپ کی باتوں سے ایسا لگتا ہے کہ آپ کو کسی جاسوس کی تلاش ہے۔ اب یہ تو بھگوان ہی جانتا ہے کہ کیوں؟ مگر کیا آپ سمجھتے ہیں کہ پولس اتنی احمق ہے؟ کیا وہ مجھ جیسے لڑکے سے جاسوسی کرائیں گے"۔

سکھیا کی الجھن اور بڑھ گئی۔ اسے ناگیا اور راور مالی دیلی کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہ تھی۔ وہ بے وقوف نہ تھے۔ کیا وہ یہ غنڈے کا کام کسی نو عمر لڑکے سے کرا سکتے ہیں"۔

گولو نے اس غنڈے کی پس و پیش کو بھانپ لیا۔ "صاحب پال نے آپ کو دھوکا دیا ہے"۔ اس نے دکھتی رگ پر انگلی رکھ دی۔ اس نے کہا کہ "میرے خاندان کے لوگ ایک اچھے اور

صاف ستھرے نرسنگ ہوم میں ہیں۔ کیا آپ اس پر یقین کریں گے صاحب۔ آپ خود ہی اس کی تصدیق کر لیجیے۔ پال کہتا ہے کہ میں کل رات اس کے کلینک سے غائب تھا اور جب اس نے پوچھ تاچھ کی تو میں نے جھوٹ بولا۔ لیکن میں تو رات کلینک ہی میں رہا ہوں اور یہ بات وہ جانتا ہے "۔

"ٹھیک ہے ہم اس کی تحقیقات کر لیں گے "۔ اس نے کہا۔ کیوں کہ سکھیا اب خود کچھ غیر یقینی سا ہو گیا۔

"صاحب" گولو اسی انداز میں کہتا رہا۔ "پال آپ سے جھوٹ بول رہا ہے۔ میں آپ کو بتاؤں کیوں؟ میں نے دیکھا تھا کہ پولیس والے اس کے کلینک میں آئے تھے اور اسے پیسے دیے تھے۔ اگر آپ کسی جاسوس کی تلاش کر رہے ہیں تو پال ہی وہ آدمی ہے "۔

گولو کی آواز میں یقین اور اعتماد تھا اور مطمئن کرنے والا انداز بھی۔ روی اپنے دوست کی عقل مندی پر عش عش کر اٹھا۔ گولو ان پر پلٹ کر وار کر رہا تھا تاکہ کسی طرح کچھ قیمتی وقت مل جائے۔ ہو سکتا ہے کہ پولیس اس 'ڈرگ کنگ' کے راستے پر لگ چکی ہو۔ اگر سکھیا پال کے بیان کی تصدیق کرنے لگا تو کافی قیمتی وقت مل جائے گا اور پولس پہنچ جائے گی۔

شک کا جو پودا گولو نے سکھیا اور اس کے آدمیوں کے دماغ میں بویا تھا، اس کے ٹہنیاں آثار نظر آنے لگے تھے۔ اسے قید کرنے والوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ بالکل اس انداز میں کہ گولو کی بات پر یقین کریں یا نہ کریں۔

اس لڑکے کی بات میں دم ہے۔ سکھیا کے غنڈوں کا ایک لیڈر بولا۔ ہم نے پال کی بات پر ہی یقین کر لیا۔ ہم نے اس کے کسی بھی الزام کی سچائی کو تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی "۔

"پال نے آپ سے کہا تھا کہ اس کا پیچھا کیا جا رہا ہے "۔ گولو نے بات جاری رکھی۔ یہ بھی اس کی ایک چال تھی۔ اس کا کوئی پیچھا نہ کر رہا تھا۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے میں اس کے ساتھ تھا۔

" یہ ٹھیک کہہ رہا ہے صاحب "۔ کاکا نے بیچ میں لقمہ دیا۔ "ہم کو کل ہی حکم ملا تھا کہ اس کی تحقیقات کی جائے۔ آج ہی صبح میں اس جگہ گیا تھا۔ میں نے ایسی کوئی بات نہیں دیکھی جس سے ذرا سا بھی شک ہوتا۔ یہ جوتے صاف کرنے والا اس بات کی تصدیق کر سکتا ہے "۔

"بالکل"۔ روی نے کہا۔ وہ کیوں پیچھے رہتا۔ کوئی بھی مشکوک بات نہیں تھی۔ "یہ پال ایک چالاک آدمی ہے"۔

"پال ہی آپ کا وہ جاسوس ہے"۔ گولو نے زور دیا۔ "اس کو بتایا گیا تھا کہ آپ اپنے آدمیوں میں کسی جاسوس کی تلاش کر رہے ہیں۔ وہ ڈر گیا کہ کہیں پکڑا نہ جائے اس لیے اس نے مجھے قربانی کا بکرا بنا دیا"۔

اب تک سکھیا کو یقین ہو چکا تھا کہ پال نے سچ نہیں بولا ہے۔

"ہو سکتا ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہو سکتا ہے کہ پال ہی دھوکے باز ہو۔ فکر مت کرو۔ میں اپنے پال کا خیال رکھوں گا۔ اپنے ڈاکٹر بابو پال کا"۔

لڑکوں کو کچھ سکون ہوا۔ کاکا بھی کچھ مطمئن ہوا۔ ان کی کہانی سچ کے آس پاس بھی نہیں تھی۔ مگر انھیں فاضل وقت مل گیا تھا جس کی انھیں بہت سخت ضرورت تھی۔ "ارے پولیس، کہاں ہے پولیس"

سکھیا کے اگلے جملے نے ان کا سکون غارت کر دیا۔

"پھر اب تم لوگوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟ اب جب کہ تم لوگ میرا چہرا دیکھ چکے ہو، میرا ٹھکانہ دیکھ چکے ہو۔ میں تمھیں جانے کی اجازت تو نہیں دے سکتا۔ کیا مجھے ایسا کرنا چاہیے"۔

لڑکوں کے دل ڈوب گئے۔ سکھیا کی بات میں دم تھا۔ وہ لوگ مکڑی کے جالے میں پھنس گئے تھے۔ مکڑی بڑی بے وقوف ہوتی اگر انھیں جانے دیتی۔

"ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں صاحب کہ اپنا منہ بند رکھیں گے"۔ گولو نے التجا کی۔ "ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ آپ کیا کرتے ہیں۔ پولیس کو آپ کی تلاش کیوں ہے۔ ہمیں جانے دیں۔ ہم کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہیں گے کہ ہم نے آج رات کیا دیکھا یا سنا"۔

"میں نے آپ کی خدمت اب تک اچھی طرح کی ہے"۔ کاکا نے کہا۔ "آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ ان سور پولیس والوں کے لیے"۔

سکھیا ان لوگوں کی درخواست پر غور کرنے لگا۔ کمرے میں بڑی سنسنی خیز خاموشی تھی۔ وہ

دبلا پتلا ہڈیوں کا ڈھانچہ سکھیا کے پیچھے کھڑا، لڑکوں کو بغیر پلک جھپکائے گھور رہا تھا۔ گولو کو تعجب ہوا کہ کیا اس نے جگا کی نظروں میں ہمدردی کی جھلک محسوس کی تھی یا یہ اس کے تخیل کا فریب تھا۔

آخر سکھیا نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ لڑکوں کے خوف کی انتہا نہ رہی جب سکھیا نے نفی کے انداز میں گردن ہلائی۔

"معاف کرنا بچو"۔ اس نے کہا۔ اس کے لہجے میں ہلکی سی افسوس کی جھلک سی محسوس ہوئی۔

"میں تم کو نہیں چھوڑ سکتا۔ تم نے بہت کچھ دیکھ لیا ہے۔ بہت بڑا خطرہ ہوگا یہ۔ بہت بڑا جوکھم ہوگا"۔

خوف کی لہر سی لڑکوں نے اپنے اندر دوڑتی ہوئی محسوس کی۔ اگر سکھیا نے انھیں جانے نہ دیا تو پھر جو ہوگا اس کے بارے میں سوچنا بھی بہت خوفناک تھا۔

جگا جو سکھیا کے پیچھے کھڑا تھا۔ اس نے اپنی نظر لڑکوں پر سے ہٹا کر سکھیا پر مرکوز کردی۔ گولو کو ایک بار پھر تعجب ہوا۔ کیا اس نے جگا کی آنکھوں میں اپنے مالک کے لیے نفرت کی جھلک دیکھی تھی۔ جب وہ سکھیا کو دیکھ رہا تھا۔

"ہم بے قصور ہیں صاحب۔ ہمیں جانے دیں۔ ردی نے روتی سی آواز میں کہا۔ اس کی آواز میں مایوسی تھی۔

مگر اس کی درخواست کو ان سنا کر دیا گیا۔ نشے کا دھندا کرنے والے بے درد سکھیا جیسے آدمی کے لیے انسانی زندگیوں کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ وہ تو اب تک ان گنت انسانوں کی زندگیاں برباد کر چکا تھا اور سکی۔ چاہے وہ زندگیاں کتنی ہی معصوم کیوں نہ ہوں۔ سکھیا کے لیے کچھ حقیقت نہ رکھتی تھیں۔

"میں نے طے کرلیا ہے"۔ ٹھنڈے کی آواز گونجی۔ "تم دونوں کو مرنا ہوگا"۔

یہ تو نا قابل یقین تھا۔ یہ وہ ننگ انسانیت تھا جو اپنے 'شاہی تخت' پر بیٹھا انصاف کر رہا تھا۔ یہ تو کسی خوفناک خواب کا ایک حصہ تھا۔ گولو نے سوچا۔ بس اسے صرف اپنی آنکھیں کھولنی ہیں اور یہ خواب ختم ہو جائے گا۔

لیکن نہیں۔ یہ خواب نہیں تھا۔ سکھیا ایک حقیقت تھا۔ اس کے پیچھے جو دروازے کی حفاظت کر رہے تھے، وہ سچ تھا۔ جگا جیسے بے حقیقت انسان بھی حقیقت تھے اور ان کی موت کی سزا جو ابھی ابھی سنائی گئی وہ بھی ایک حقیقت تھی۔

گولو نے جلدی سے روی کی طرف دیکھا اور پھر ان محافظوں کی طرف جو دروازے کی حفاظت کر رہے تھے۔ ان دونوں کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے۔ ماحول پوری طرح ان کے خلاف تھا۔ مگر وہ بغیر مزاحمت پوری امید چھوڑنا نہ چاہتے تھے۔

کاکا بہت خوش تھا کہ سکھیا کے فیصلے میں اس کا ذکر نہ تھا۔ ان دونوں لڑکوں کا کیا انجام ہونے والا تھا۔ اس سے اسے کوئی غرض نہ تھی۔ اس کے چہرے پر کھسیاہٹ سی تھی۔ اس کی طرف مڑا۔

"جہاں تک تمھارا تعلق ہے کاکا۔ تم اب بھی میرے کچھ کام کے ہو"۔

"شکریہ صاحب"۔ کاکا نے عاجزی سے جواب دیا۔ اس کی تھوڑی سی ہیکڑی واپس آ گئی تھی۔

"مگر اس طرح نہیں جس طرح تو سوچ رہا ہے"۔ سکھیا کہتا رہا اور کاکا کے چہرے سے شگفتگی غائب ہوتی رہی 'ڈرگ کنگ' نے جگا کی طرف اشارہ کیا اور پوچھا۔ "اس بے حقیقت انسان کو دیکھ رہا ہے۔ کاکا۔ تو جانتا ہے یہ کون ہے؟"

"جگا۔ ایک زمانے میں میرا سب سے وفادار ماتحت تھا۔ لیکن اس نے کچھ کے بدلے سب کچھ چاہا۔ مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی اور میری جگہ، جو سب سے اونچی ہے، لینی چاہی۔ مگر میں اس سے زیادہ عقل مند تھا"۔

کسی نے کچھ نہ کہا۔ کوئی اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں۔

"میں اسے اُسی وقت مار سکتا تھا۔ مگر میں نے ایسا نہ کیا۔ میں اسے زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ ان لوگوں کے لیے جو سکھیا کے ساتھ دھوکا کرنا چاہتے ہیں۔ ایک زندہ مثال۔ تو جانتا ہے کاکا میں نے اس کے ساتھ کیا کیا؟

"نہیں صاحب"۔ کاکا اب بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا تھا۔

"میں نے، اسے ہیروئن کا انجکشن دیا......ہا......ہا۔ تھوڑی تھوڑی کر کے اس کی خوراک بڑھاتا گیا اور پندرہ دن میں یہ اُس کا عادی ہو گیا۔ اب یہ میرے نشے کی خوراک پر زندہ ہے۔ یہ میرا غلام ہے۔ میں اسے ایسے قابو میں رکھتا ہوں جیسے ایک کتے کو قابو میں رکھتا ہوں۔

لڑکوں نے جگا کی طرف دیکھا اور پہچاننے میں کوئی غلطی نہیں کی کہ جو نظر جگا نے سکھیا پر ڈالی وہ نفرت اور حقارت سے بھرپور تھی۔

"کاکا تو اس کے گلے میں پٹہ دیکھ رہا ہے"۔ سکھیا اسی طنز اور حقارت کے لہجے میں بول رہا۔ یہ میرا کتا ہے۔ جگا چل اپنی کتے والی حرکت کر"۔

جگا نے گردن ہلائی۔ اس کے خدوخال نے جانور کا انداز اختیار کیا۔ سکھیا کی آواز حکم کی طرح گرجی۔

"وہ کر جو کہہ رہا ہوں۔ جگا پھر تجھے تیری خوراک نہ ملے گی"۔

جگا اطاعت میں گردن ہلاتا ہے۔ چاروں ہاتھ پیروں پر بیٹھ کر بھونکنے لگتا ہے۔ لڑکوں کو یہ دیکھ کر دلی تکلیف ہوتی ہے۔

"تو کاکا ہم تم میں سے ایک جگا اور بنائیں گے۔ تمھاری سزا کا یہی انداز ہوگا۔ ہا۔ ہا۔ ہا اس شیطان کے قہقہے کمرے میں گونجنے لگے۔ کاکا نے ایک دل دوز چیخ ماری اور گر کر بے ہوش ہو گیا۔

"چلو اب پال کو لاؤ"۔ سکھیا نے ماتحتِ اعلیٰ سے کہا۔ "اب میں اس سے نمٹوں گا"۔

اس کا خاص ماتحت باہر چلا گیا۔ لیکن گولو اور روی کے خلاف جو ماحول بن گیا تھا۔ وہ اس کے جانے سے کم نہ ہوا۔ دوسرے تمام بدمعاش جو پوری طرح ہتھیاروں سے لیس تھے وہیں رکے رہے۔ بچ کر نکل بھاگنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ اگر ان دونوں کی کلائیاں پیچھے نہ بندھی ہوتیں تو وہ کوئی قدم اٹھاتے۔ چاہے، انجام کتنا ہی بھیانک ہوتا۔ لیکن ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے دونوں مجبور تھے۔ اور کوئی چارہ نہ تھا۔

"لڑکوں تمھیں معلوم ہے امداد علی نام کا جاسوس کس طرح مارا گیا تھا"۔ سکھیا کی آواز اسی طرح طنز اور ڈراؤنے انداز میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آؤ میں تمھیں دکھاتا ہوں"۔

وہ تالا لگی دراز کے پاس گیا۔ اس کا تالا کھولا اور انجکشن والی شیشے کی سرنج اور صاف سے محلول کی بوتل نکالی۔ پھر وہ محلول سرنج میں بھر لیا اور اونچا کر کے لڑکوں کو دکھایا۔

سرنج میں لگی سوئی روشنی میں بار بار چمک رہی تھی۔

"خالص طاقت ور ہیروئن میرے نوجوان دوستو۔ ایک ہاتھی کو مارنے کے لیے کافی ہے۔ تم ایک مہنگی موت مرو گے۔ ہا......ہا......ہا"۔

گولو کی ٹانگیں کپکپائیں اور اسے لگا کہ بے ہوش ہو جائے گا۔ مگر اپنی قوت ارادی کے بل پر کھڑا رہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس بدمعاش کو پتہ چلے کہ میں کتنا خوف زدہ ہوں۔ وہ لوگوں کی تکلیف سے مزہ لینے والا آدمی تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ لوگوں کو مارنے کے بدلے یا اذیت دینے کے مقابلے میں چہروں پر خوف و دہشت دیکھ کر زیادہ خوش ہوتا تھا۔

لیکن لڑکوں نے طے کر رکھا تھا کہ وہ اپنی دہشت دکھا کر اسے خوش نہ ہونے دیں گے۔ انھیں اپنے دل سے خوف نکال کر پھینکنا تھا۔ مضبوط قوت ارادی اور حوصلے کا انسان بننا تھا۔ اس تکلیف میں دیکھنے والے آدمی کے سامنے۔

"اب تم دونوں میں سے پہلا کون ہوگا؟ میرا خیال ہے گولو تم پہلے۔ آخر تم تو سیدھے ہی معاملے میں ملوث ہو۔ میری معذرت قبول کرو۔ نوجوان دوست...... لیکن میں تم کو جانے نہیں دے سکتا"۔

سکھیا نے اپنے اُلٹے ہاتھ کو اٹھا کر انگلیوں سے اشارہ کیا۔ اس کے ایک آدمی نے فوراً کود کر گولو کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیا۔

روی نے آخری کوشش کے طور پر اپنی ٹانگ چلائی کہ اپنے دوست کو بچا سکے۔ ایک اور آدمی جو اس کے پیچھے کھڑا تھا اس نے ہتھیلی سے ایک وار روی کی گردن پر کیا۔ روی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔

اس 'ڈرگ کنگ' کے حلق سے ایک اور شیطانی اور مجنونانہ کڑکڑاہٹ نکلی۔ گولو کے نزدیک آتے ہوئے اس نے موت کی سرنج کو اوپر اٹھایا تاکہ اس کے حلق میں آخری محلول ڈال سکے۔ ٹھیک اسی وقت باہر بندوق کی آواز اُبھری۔

سکھیا کے فارم پر جو چھاپہ پڑا تھا جس کا نام "آپریشن اسمیک" تھا وہ اب تک تو پرسکون چل رہا تھا۔ کسی بھی مقام پر کسی بھی طرح کی مزاحمت وہاں کے مکینوں کی طرف سے نہیں ہوتی تھی۔ اس چھاپے میں جو اچانک والی بات چھپی ہوئی تھی۔ وہ پوری ہو گئی تھی۔

لگ بھگ ایک درجن سے زائد لوگ اب تک فارم کے مختلف حصوں سے پکڑے جا چکے تھے اور انھیں گرفتار کیا جا چکا تھا۔ جو لوگ پکڑے گئے تھے ان میں سے کچھ تو واقعی غنڈے تھے۔ مگر زیادہ تر حقیقتاً گائے بھینسوں کی دیکھ بھال کرنے والے لوگ تھے۔

اب صرف بیچ والی عمارت بچی تھی۔ اس کو چھاپہ مارنے والی پارٹی نے پوری طرح گھیر لیا تھا۔ پولیس نے جن لوگوں کو پکڑا تھا۔ ان سے پتا چلا تھا کہ سکھیا سمیت اب چند ہی لوگ اس عمارت میں کہیں پر تھے۔ انھیں بہت جلد قابو کر لینا چاہیے۔ کافی جلدی، تاکہ ان لڑکوں کی زندگی بچائی جا سکے۔ ناتگیا صاحب کو اس کی کافی اُمید تھی۔

ابھی ناتگیا صاحب اور مانی ویل صاحب گھر میں اچانک گھسنے کے طریقوں پر غور کر ہی رہے تھے کہ اچانک سامنے کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی آیا۔

وہ سکھیا کا معتمد خاص تھا جو پال کو پکڑنے کے لیے جا رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے تو پولیس کو دیکھ کر وہ پتھر کا ہو کر رہ گیا تھا۔ مگر جلد ہی اس نے اپنے اوپر قابو پالیا۔ اس نے فرش پر چھلانگ لگائی اور لڑھکتا ہوا ایک جھاڑی کے پیچھے چلا گیا تاکہ پناہ مل جائے اور پھر گولی چلا دی۔

ایک پولس کانسٹبل کے کندھے میں گولی لگی اور وہ گر پڑا۔ مگر یہ غنڈا بس اتنا ہی کر سکا۔ پولیس کے ایک اچھے نشانے باز نے رائفل چلائی اور اس آدمی کے گھٹنے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ آدمی درد سے چیخنے لگا اور زمین پر لوٹنے لگا۔

اب بحث کا وقت نہیں رہا تھا۔ بندوقوں کی آواز سے اندر کے لوگ چوکنا ہو گئے تھے۔ اپنے ہاتھوں میں ریوالور لیے ناتگیا اور مانی ویل صاحب کھلے دروازے سے اندر گھس کر اس برآمدے میں دوڑتے چلے گئے۔

جب وہ اس بند راستے پر پہنچے جو باہری مہمان خانے سے جڑا تھا تو انھوں نے تین بندوق دھاریوں کو باہر نکلتے دیکھا۔ افسران کی پستولیں گرجیں اور وہ غنڈے بری طرح زخمی ہو گئے۔ مگر یہ زخم مارنے والے نہیں تھے۔

بغیر رُکے وہ افسران اور آدھے درجن سپاہی اس راستے کو پار کرتے ہوئے مہمان خانے کے اندر گھس گئے پھر ٹھٹھک گئے۔ جھٹکا لگا۔ ان کے منہ تعجب اور مجبوری سے کھلے رہ گئے۔

جیسے ہی بندوقوں کی آواز نے رات کی خاموشی کو چیرا باہری مہمان خانے میں جو لوگ تھے وہ کچھ دیر کے لیے تو ششدر رہ گئے۔ پھر بچے ہوئے بندوق دھاری بھی تیزی سے باہر نکل گئے اور وہ شاید اس لیے نکلے تھے کہ افسروں کی گولیوں کا شکار ہونا تھا۔

ٹھیک اس لمحے سکھیا نے اپنی حکمت عملی بدل دی۔ اب گولو کی زندگی گولو کی موت سے زیادہ قیمتی تھی۔ شاید اب گولو ہی اس کی سلامتی کی ضمانت ہو سکتا تھا۔

سکھیا نے گولو کو ایک تیز دھکا دیا اور گولو فرش پر بڑی زور سے گر پڑا۔ سکھیا اس مجبور لڑکے پر جھک گیا اور سرنج کو اس کے گلے سے لگا دیا۔

"ایک ذرا سے ہلے اور ختم......" وہ سانپ کی طرح پھپھکارا۔

گولو جانتا تھا مزاحمت بے کار تھی۔ وہ بغیر ہلے ڈلے پڑا رہا اور تبھی......دروازہ زوردار آواز سے کھلا اور نانگیا اور رانی ویل تیزی سے اندر داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے پولیس والے تھے۔

"خوش آمدید صاحب لوگو"۔ سکھیا نے کہا۔ اپنی بندوقیں پھینک دو یا لڑکا جان سے گیا"۔ شطرنج کی چال میں اب کچھ نہیں بچا تھا۔ افسروں نے فوراً پوزیشن سنبھال لی۔ اب ان کی بندوقیں بے کار کے ہتھیار ہو کر رہ گئے تھے۔ انھوں نے اپنے ہتھیار نیچے کر دیے اور پھر سکھیا کے کہنے پر انھیں نیچے گرا دیا۔

"ہا......ہا......نانگیا"۔ 'ڈرگ کنگ' نے قسمت کے بدلتے ہوئے انداز سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا۔ "تو تم نے سوچا تھا کہ تم مجھ پر قابو پا لوگے......اب تک کوئی بھی سکھیا پر قابو نہیں پا سکا ہے۔ میں ترپ کا اِکّا اپنے پاس رکھتا ہوں"......اُس نے گولو کے بال پکڑ کر اوپر اٹھایا۔ لڑکا اس وحشیانہ برتاؤ پر تڑپ اٹھا۔

افسر اور تمام پولیس والے اس غنڈے کی ایک غلطی کا انتظار کرتے رہے۔ لیکن سکھیا بہت محتاط تھا کہ سرنج لڑکے کی گردن سے لگی رہے کہ جب چاہے گردن میں اُتر جائے۔

"تم میری شرائط جانتے ہو نانگیا۔ ایک کار ایک ڈرائیور۔ میں اپنے نوجوان دوست کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں"۔

ناتگیا کے چوڑے کندھے ہار کی وجہ سے نیچے گر گئے۔ وہ جان لیوا سوئی گولو کے گلے پر لگی ہوئی تھی۔ کچھ بھی نہیں ہو سکتا تھا...... گولو کے بالوں کو سختی سے پکڑے سکھیا دھیرے دھیرے کھڑا ہوا۔ اس نے اپنی جکڑ کو اوپر اٹھایا اور لڑکے کو اس کے پیروں پر کھڑا کر دیا۔

"ناتگیا...... مائی ویل"۔ وہ غرایا۔ اپنے لوگوں کو احکامات دینے شروع کر دو۔ میں کسی مزاحمت کے بغیر نکلنا چاہتا ہوں۔ یاد رکھو اسی سوئی میں موت ہے"۔

سب کی آنکھیں گولو اور اس کو یرغمال بنانے والے پر لگی ہوئی تھیں۔ کسی نے بھی جگا کی طرف دھیان نہیں دیا جو چلتا ہوا سکھیا کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔

جگا نے اپنا داہنا ہاتھ اوپر اٹھایا اور جنگلیوں کی طرح غراتے ہوئے لوہے کی ایک چھڑ سکھیا کی کھوپڑی پر دے ماری۔

وار بہت دھیما تھا مگر اثر کر گیا۔ سکھیا جو اپنے کو ہمیشہ ناقابل تسخیر سمجھتا تھا وہ لڑکھڑا کر گر گیا۔

انجکشن کی سرنج اسی کے سینے میں گھس گئی۔

سکھیا چلایا...... اس کے ہاتھ بڑی تیزی سے اپنے سینے کی طرف گئے کہ اس سرنج کو وہاں سے ہٹا سکے۔ جیسے ...... جیسے وہ نشہ اس کے اعصابی نظام پر حاوی ہوا۔ اس کے پیٹ میں شدت سے مروڑیاں اٹھنے لگیں۔ پھر ایک آخری جھٹکا لگا اور وہ ساکت ہو گیا...... سکھیا ڈرگ کنگ مر چکا تھا......

آپریشن اسمیک ختم ہو چکا تھا۔

تین ہفتے بعد آپریشن اسمیک کے خاص خاص ہیرو ڈاکٹر مہتہ کے نرسنگ ہوم میں جمع ہوئے۔

وہ خاص دن تھا۔ اس شام بالکل ٹھیک ہونے کے بعد گیتا کی چھٹی ہونے والی تھی۔ نانگیا صاحب موجود تھے۔ مانی ویل صاحب بھی تھے۔ کمار جسے اس آپریشن اسمیک کے بعد ترقی ملی تھی جس کا کام اس آپریشن میں نمایاں رہا تھا، وہ بھی موجود تھا۔ بنواری لال خاص طور سے کرائے داروں والی عمارت سے یہاں تک اس خوشی کے موقع پر آیا تھا۔ اس کے ساتھ روی بھی تھا۔

آپریشن اسمیک نے پورے ملک میں شہرت پائی تھی۔ سکھیا کے فارم ہاؤس سے ایک بہت بڑی مقدار میں ہیروئن...... اسمیک اور دوسری نشیلی دوائیں برآمد ہوئی تھیں، جن کی قیمت بازار میں کروڑوں میں تھی۔ ملک میں اتنی بڑی تعداد میں ان نشیلی دواؤں پر پہلی بار قبضہ کیا گیا تھا۔

پورے شہر میں پھیلا ہوا یہ نشے کا جال ایک ہی بار میں صاف ہو گیا تھا۔ بدنصیبی اور موت کے رسد رساں بھی پکڑ لیے گئے تھے۔ پیارے لال اور موہن جیسے لوگ یا اُن سے چھوٹے پیانے کے لوگ سب سلاخوں کے پیچھے تھے۔

ان تمام نشہ بیچنے والوں میں سے ایک کو چھوٹ ملی تھی اور وہ تھا بد قسمت جگّا۔ جسے لڑکوں کی درخواست پر ڈاکٹر مان لے کے دواخانے میں داخل کیا گیا تھا تاکہ اس کی نشے کی عادت چھڑائی جاسکے۔ جب وہ ٹھیک ہو گیا تو اس نے دوسروں کے خلاف بیان دیے اور اُن سب لوگوں کو سزا دلوانے میں ایک مددگار ثابت ہوا۔

خبروں میں گولو اور روی کا نام کہیں بھی نہیں آیا۔ خبروں میں تو بس اتنا کہا گیا تھا کہ پولیس نے خفیہ اطلاع ملنے پر اس فارم پر چھاپا مارا تھا۔ مگر کچھ لوگوں کو چھوڑ کر کسی کو بھی اصلیت کا علم نہیں تھا کہ اس مخبری کے پیچھے گولو اور روی تھے...... یہ صرف اس لیے کیا گیا تھا کہ وہ لوگ جو پکڑے گئے تھے ان کے رُفقا سے ان دونوں کا تحفظ کیا جاسکے۔

جب کہ گولو اور روی کو حکومت کی طرف سے خاصہ انعام ملا تھا۔ نانگیا صاحب نے انعام کا روپیہ اپنی ذمہ داری پر لگوادیا۔ جب تک کہ بچے بالغ نہ ہو جائیں۔ اب روی اور گولو دونوں وہ

کچھ کر سکتے تھے جس کی وہ خواہش رکھتے تھے یعنی اسکول جا سکتے تھے۔

جب گیتا اور اس کی ماں چھٹی کے بعد اپنے اس نئے گھر میں جانے کے لیے سامان باندھ رہی تھیں جو نانگیا صاحب نے ان کے لیے خاص طور سے چھانٹا تھا۔ تبھی نانگیا اور مانی ویل صاحب نے جانے کی اجازت لی......اور کھڑے ہو گئے۔

"بھگوان کا شکر ہے کہ یہ سب ختم ہوا......" گولو کی ماں نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔

"آپ لوگوں کے لیے تو یہ سب ختم ہو گیا۔ مہربان خاتون۔" نانگیا صاحب بولے "لیکن ہمارے لیے نہیں......"

"بالکل صحیح......" مانی ویل صاحب نے کہا۔ نشے کی دواؤں کو روکنے کے لیے لڑائی تو لگاتار چلتی رہے گی......اور بھی سکھیا ہوں گے......اور بھی معمل (تجربہ گاہیں) ہوں گی۔

"اور دوسرے گولو اور روی بھی ہوں گے اُن کو ختم کرنے کے لیے۔" نانگیا صاحب نے ٹکڑا لگایا۔

گولو اور روی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا......اور خوشی سے مسکرا دیے۔